رجسٹرڈ ایل نمبر

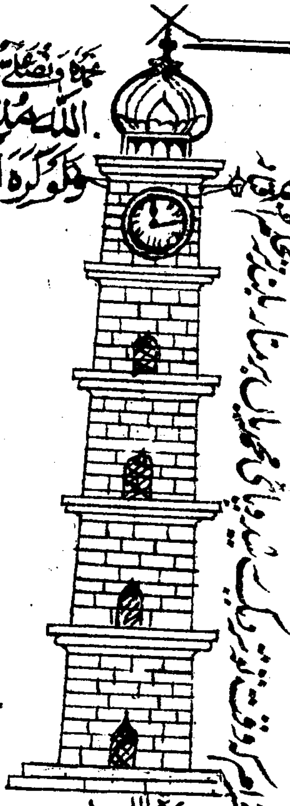
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللّٰہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ



منارۃ المسیح

الحکم

دارالامان حضرت قادیان

چہ گویم باتو گر آئی بہ دار قادیاں بینی

دو بینی شفا بینی بغرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۴۱ | ۹ شعبان المعظم سنہ ۱۳۲۰ ھجری مطابق ۱۰ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء روز دوشنبہ | جلد ۶

حضرۃ امام آخر الزمان کی ڈائری

۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲

صبح کی سیر

الہام فرمایا آج الہام ہوا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِؤُا نُوْرَکَ وَ اَنْ یَّتَخَطَّفُوْا عِرْضَکَ اِنِّیْ مَعَکَ وَ مَعَ اَھْلِکَ ۔ یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے اور فضل ہے کہ ہر ایک امر کے متعلق آسمان سے تار آجاتا ہے۔

یہ مضمون ۱۹ کے دربار شام کے متعلق ہے میاں سہو سے لکھا گیا۔

مامور کے الہام فرمایا مامور کے الہام ذاتی نہیں ہوتے بلکہ وہ تو شرع کا شارع ہوتا ہے۔ جیسے حضرۃ مسیح شارع تھے اور وہ یہود کے فرقوں کو ایک کرنا چاہتے تھے اسی طرح یہاں اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے متفرق شدہ فرقوں کو ایک کرے۔

اِلہام رات کو ۹ بجے کے قریب الہام ہوا وَ اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ السلسلۃ السماویۃ و نتوفینک جف القلم بِمَا ھُوَ کَائِنٌ ۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۔ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ ۔ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ۔

وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے آدمی رکھے ہیں ایک وہ جو ناس کہلاتے ہیں یہ جانتے ہوئے نہیں جانتے اور دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے انمیں فہم و ادراک کی قوتیں ابھی ہوتی ہیں مگر ان سے کام نہیں لیتے ۔ اور ایک وہ ہیں جو شدۃ تعصب کی وجہ سے بالکل پتھر کی طرح بےحس و حرکت ہوتے اور انسانیت کی قوتیں سلب ہو جاتی ہیں وہ بھی وقود نار ہوں گے ۔ پہلی قسم کے لوگ (ناس) جو وقود نار رہوں گے ان کی وجہ یہ ہے کہ انمیں انسانیت کی قوتیں ہوتی ہیں سمجھتے ہیں مگر قوم اور برادری کے خوف سے حق کو قبول نہیں کرتے ۔ اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں اس لیے وہ بھی وقود نار ہوتے ہیں۔

ان الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تجویز اور ارادہ جو ہمارے مخالفوں نے مخفی طور پر کیا ہے یا کریں گے اس سے وہ ہمیں محفوظ رکھیگا کتنی بڑی بشارت ہے۔

دربار شام

۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

خدا کا نزول بعد ادائے نماز مغرب جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب معمول اجلاس فرما ہوئے تو فایئین جو چوڑھوں میں چند آدمی مرگئے ہیں بایں وجہ کہ ان ایام میں انھوں نے کچھ ہلاک شدہ مردار بھینسیں کھائی ہیں انکا ذکر ہوتے ہوتے آخر طاعون کا تذکرہ ہو پڑا۔ فرمایا ایکبار مجھے یہ الہام ہوا تھا۔ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کیموافق ۔ اور پھر یہ بھی تھا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

۲۔ فرمایا طاعون کے خوفناک نتائج یہی ہیں کہ آخر کو جنگل بنا دیتی ہے۔ اس پر جناب مولوی **نورالدین** صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں نے پڑھا ہے یہ جو نئی آبادی بار میں ہوئی ہے اس میں پرانی آبادیوں کے نشانات ملے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ یہ قطعات آباد تھے اور طاعون سے ہلاک ہوئے تھے۔

خدا کا جلال ظاہر ہو

۳۔ **فرمایا** خواہ موذی طبع لوگ ہزاروں ہی مر جاویں مگر میرا یہی جی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو اور دنیا کو خدا کا پتہ لگے اور ثبوت ملے کہ کوئی قادر خدا بھی ہے۔ اس وقت دہریت اور الحاد بہت پھیلا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے لاپروائی ظاہر کی جاتی ہے اور جن لوگوں نے بظاہر خدا تعالیٰ کا اقرار بھی کیا ہے انھوں نے یا تو خطرناک شرک کیا ہے جیسے عیسائی اور دوسرے مشرک بت پرست۔ اور پھر جنہوں نے بظاہر توحید کا اقرار کیا ہے یعنی مسلمان انھوں نے بھی دوہرا شرک اختیار کر رکھا ہے اور مسیح کو خدا کی صفات سے متصف ٹھہرا رکھا ہے۔ علاوہ بریں خدا تعالیٰ کی حکومت کے نشان ان کے اعمال سے ثابت نہیں ہوتے۔ اعمال میں سستی بیباکی اور دلیری پائی جاتی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دلوں پر نہیں رہا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ان بیباکی اور اباحت کے دور میں بیشک ہزاروں ظالم طبع ہلاک ہوں تاکہ دوسروں کیلیے عبرت ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان لانیوالے ہوں۔

دیہات کے لوگ تو جنگل کے وحشیوں کی طرح ہیں مگر شہر والے بھی جو تعلیم یافتہ ہیں ان کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی اعلائے کلمۃ اللہ اور اپنے اعمال کی اصلاح اور تبدیلی کا جوش نہیں پایا جاتا۔ باپ دادا سے **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** سن لیا اور اسی کو کافی سمجھا اعمال کی پروا نہیں۔

انا اوی القریۃ

۴۔ یہ جو الہام ہو چکا ہے **انہ اوی القریۃ** اگر منتشر کرنے کا قانون ممنوع نہ ہوتا تو اس مفہوم کو الہام میں داخل سمجھا جا سکتا تھا مگر اب جبکہ سب جگہ قانون ممنوع ہو گیا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے جیسا کہ دوسرے الہام **لَوْلَا الْاِکْرَامُ لَہَلَکَ الْمَقَامُ** سے پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک شوکت بھی ہے اور چشم نمائی بھی جیسے ایک مجرم کو جج تین سال کی سزا دے اور ساتھ ہی یہ کہہ دے کہ اصل ۱۴ سال کی سزا کے لائق تھا مگر عدالت رحم کر کے تین سال ہی کی سزا دیتی ہے اسی طرح یہ الہام ظاہر کرتا ہے کہ در اصل یہ جگہ بھی ایسی ہی تھی کہ ہلاک کی جاتی مگر خدا تعالیٰ اپنے اس **سلسلہ کا اکرام** ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس کے اکرام کی وجہ سے اس کو ہلاکت سے بچا لیا۔ اور اس طرح یہ نشان ٹھہرا۔

میری نصیحت

میری نصیحت اس وقت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ یہ دن بڑے سخت اور ہولناک ہیں اس لیے جہاں تک ہو سکے اپنے دلوں کو اور آنکھوں کو برے جذبات سے روکے۔ اور اپنے اعمال اور چال چلن میں خاص تبدیلی کرے۔ یہ وقت تبدیلی کا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے کا۔ پس اس وقت خدا سے سچا تعلق پیدا کرو۔ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص عین شادی کے دن طاعون سے مر گیا۔ دنیا کی بے ثباتی کے لیے کیسی عبرت بخش نشان ہے۔ اگر دانشمند غور کرے تو اس کے لیے یہ دن بڑے عجیب ہیں۔ ان پر نظر کرنے سے موت یاد آتی اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوتا ہے اور یقین ایک ایسی شے ہے جو اعلیٰ درجہ کی لذت اور سرور صادق الیقین کو بخشتا ہے۔ وہ کسی اور کو میسر نہیں آ سکتی۔ خدا شناسی کے مسئلہ پر اس وقت ہزاروں قسم کے حجاب اور گرد و غبار ہیں اور وہ یقین جو لذت بخش نتائج اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ نہیں رہا۔ اور وہ سرور جو دنیا کے تعلقات میں پیدا ہونیوالے رنج اور غم کو دور کرتا ہے اس وقت نہیں۔ بلکہ یہ حالت ہو رہی ہے کہ اکسیر مل جاوے تو مل جاوے لیکن ایسے آدمی اس زمانہ میں ملنے مشکل ہیں جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایسا یقین رکھتے ہوں جس نے ان کی ساری قوتوں اور جذبات پر اپنا اثر کیا ہوا ہو اور ایسی معرفت عطا کی ہو جس سے ان کے گناہ کی زندگی پر موت وارد ہو چکی ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایسے دلوں کا ملنا بہت ہی مشکل ہے جو ایمان اور اس کے لذت بخش نتائج کی نعمت سے بھرے ہوئے ہوں۔

ضرورتیں تو اس وقت بہت سی ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ہاتھ دکھائے اور اپنی چمکار سے دنیا کو روشن کرے مگر سب سے بڑی ضرورت ایسی معرفت اور یقین کا پیدا کرنا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ طاعون اس کو پورا کر رہی ہے۔ ٹیکہ کا علاج اس وقت تک آخری سمجھا گیا ہے لیکن اگر یہ علاج خدا نخواستہ ٹھیک نہ ہو تو پھر مشکل ہوگی۔ ابھی تک اس کا پورا تجربہ بھی نہیں ہوا۔ جب تک ایک عدد کثیر نہ ہو کیا کہہ سکتے ہیں مثلاً لاہور میں ۵۰ یا ۶۰ ہزار آدمی ٹیکا لگوائیں اور پھر ایک دو جاڑے اس پر امن سے گذر جائیں تو کچھ پتہ ملے۔ لیکن اگر چھ مہینے کے بعد اس کا اثر زائل ہو جاوے اور ہر ششماہی کے بعد یہ نسخہ لگانا پڑا تو کچھ نہیں۔ خیر

خدا سے جنگ

احادیث میں جو آیا ہے کہ آ خدا سے لڑائی کریں گے۔ یہ اسی قسم کی جنگ ہوگی جو خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر کے مقابلہ کیلیے ہر قسم کی طیاری کی جاوے گی۔ میرے الہام میں جو **اِنِّیْ اُجَہِّزُ الْجَیْشَ** ہے اس سے مراد طاعون ہی ہے۔

اور ایسا ہی حضرت مسیح نے اپنی آمد کا زمانہ نوح کے زمانہ کی طرح قرار دیا۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے میرا نام بھی نوح رکھا اور **اِصْنَعِ الْفُلْکَ** الہام ہوا۔ اور **لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّہُمْ مُّغْرَقُوْنَ** بھی فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک عظیم الشان طوفان آنیوالا ہے۔ اور پھر اس طوفان میں میری بنائی ہوئی کشتی ہی نجات کا ذریعہ ہوگی۔ اب یہ طاعون وہی طوفان ہے اور خدا کا نور اور رحمہ اس کی چمکار ہے یہی وہ سفینۃ الہلاک ہے جس کا براہین میں ذکر ہوا ہے۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس کا کوئی نظام مقرر نہیں کہ گرمی میں کم ہوتی ہے یا سردی میں زیادہ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض مقامات میں گرمیوں میں بھی اس کی کثرت میں فرق نہیں آیا۔ غرض اس کا علاج بجز استغفار اور خدا تعالیٰ سے دعا کو اور اپنے اعمال میں پاکیزگی اور طہارت کے کیا ہو سکتا ہے؟

ج

۲۱۔ صبح کی سیر

۱۔ فرمایا بعض الفاظ قرآن شریف کے ذب اور دفاع کیطور پر آئے ہیں اور نادانوں نے اسکو مخصوص کرلیا ہے۔ جیسے مریم کو صدیقہ کہا یہ اس لیے کہ یہودی انپر فسق قسم کے الزام اور اتہام لگاتے تھے قرآن شریف نے صدیقہ کا لفظ کہکر ان تمام اعتراضوں کو اڑا دیا دنیا مین بھی یہی قاعدہ ہے کہ جس پر الزام ہو اس کی بریت کیجاتی ہے

۲۔ فرمایا عیسائیون کو جو حق سمجھ نہین آتا۔ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی حضرت عیسے کی بددعا ہی ہے۔ ہمارے مخالف طالب حق ہوکر نہین آتے۔ حجت بازی اور دشنام دہی کا طریق انہون نے اختیار کرلیا ہے اور آدمیت کو چھوڑ دیا ہے

۲۱۔ دربار شام

اول۔ کچھ آدمیون نے بیعت کی۔

۲۔ کٹک سے دو بھائی آئے ہوئے ہین ان مین سے ایک نے نہایت اخلاص سے اپنی مرحومہ بیوی کا زیور حضور مین پیش کیا ہے کیونکہ مرحومہ اس کی وصیت کرگئی تھی۔

مولوی نورالدین صاحب حکیم الامت نے اس پر عرض کیا کہ بڑے ہی اخلاص اور شہادت کا نشان ہے۔ فرمایا آخرین منہم سے کہکر جو خدا تعالے اس جماعت کو صحابہ سے ملاتا ہے تو صحابہ کا سا اخلاص اور وفاداری اور ارادت ان مین بھی ہونی چاہیئے صحابہ نے کیا کیا جس طرح پر انہون نے خدا تعالے کے جلال کے اظہار کو دیکھا اسی طریق کو انہون نے اختیار کرلیا یہان تک کہ اس کی راہ مین جانین دیدین وہ جانتے تھے کہ بیویان بیوہ ہون گی بچے یتیم رہ جائین گے لوگ ہنسی کرین گے مگر انہون نے اس امر کی ذرا پروا نہ کی۔ انہون نے سب کچھ گوارا کیا۔ مگر اس ایمان کے اظہار سے نہ رکے جو وہ اللہ اور اس کے رسول پر لائے تھے حقیقت مین ان کا ایمان بڑا قوی تھا اس کی نظیر نہین ملتی۔

اب دیکھ لو ایک تو وہ گروہ تھا جس نے اپنی جانون کو خدا کی راہ مین کچھ چیز نہ سمجھا اور ایک عیسائی ہین جو مسیح کے کفارہ پر ناز کرتے ہین اور ایک جان دینے پر گھمنڈ کرتے ہین حالانکہ وہ بھی غلط نکلی ہے مقابلہ کرکے دیکھو کہ صحابہ کی وفاداری اور استقلال جانون کے دینے مین کیا تھا۔ اور خود مسیح کا کیسا!

استغفار اور گناہ گناہ افراط اور تفریط کا نام ہے اور استغفار یہ ہے کہ اے اللہ تو اپنا فضل و کرم رکھتا کہ اعتدال پر ہم رہین جو صراط مستقیم ہے اور انعمت علیہم کی راہ ہے۔ ہم ان عیسائیون سے پوچھتے ہین کہ کیا حضرت عیسے خدا کے محتاج تھے یا نہین جو شخص (خواہ وہ کوئی ہو) خدا تعالے کا محتاج اپنے آپ کو نہین سمجھتا۔ وہ بے ایمان ہے لیکن بڑا عارف اور فنا فی اللہ کے مقام پر وہ ہے جو ہر آن اور ہر ساعت خدا تعالیٰ کی اعانت چاہتا ہے۔ اور ایاک نستعین مین اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔

پانی اور گناہ کی معافی گناہ کی معافی کے ساتھ پانی کا تعلق ہر قوم نے رکھا ہے عیسائی بھی پانی سے بپتسمہ دیتے ہین اور دوسری بعض قومین بھی کسی نہ کسی پانی کے ذریعہ اپنے گناہون کی معافی چاہتی ہین اسلام نے ایک پانی گناہون کی معافی کے لئے رکھا ہے جو دوسری قومون کو نصیب نہین ہے۔ وہ گریہ و بکا کا پانی ہے دوسرے بیرونی اور غیر حقیقی پانی ہین لیکن یہ پانی دل کے چشمہ سے پھوٹتا ہے اور گناہون کی تیرگی اور تاریکی کو لیجاتا ہے اور یہی حقیقی پانی ہے جس سے گناہ دھوئے جاتے ہین۔

مسیح اور توبہ کا بپتسمہ مسیح نے یوحنا کے ہاتھ پر جو بپتسمہ لیا وہ توبہ ہی کا بپتسمہ تھا اس بپتسمہ کے بعد ہی روح القدس اترا تھا جبکہ یوحنا گناہون سے توبہ کا بپتسمہ لیتا تھا تو پھر مسیح نے بلا ضرورت کیون لیا؟ اور اس سے پہلے روح القدس کیون نہین اترا؟ یہ گویا عملی اعتراف مسیح کا اپنے گناہون کا ہے عیسائی اس کا کیا جواب دینگے۔؟

انجیل اور قرآن انجیل مین کوئی حکم اور تمیز یعنی نہین نہ حرام حلال کی تمیز بتائی ہے اور نہ کچھ اور کہان لکھا ہے انجیل مین کہ مان یا بہن کے ساتھ نکاح جائز نہین ہے؟ اس کے سوا اگر انجیل کی تعلیم پر ایک ہفتہ عمل کیا جاوے تو دنیا کا تختہ الٹ جاوے۔

مسیح اور آنحضرت صلعم مسیح کا کوئی خلق ثابت نہین ہے کیونکہ ان کو کوئی موقع اخلاق نمائی کا ملا ہی نہین برخلاف اس کے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سارے خلق ثابت ہین۔ آپ نے صبر کے زمانہ مین استقلال اور رضا بالقضا بردباری اور انکسار و برداشت کا پورا نمونہ دکھلایا اور اقتدار اور حکومت کے وقت بھی ان اخلاق کو پورے طور پر بنایا اور سچی شجاعت۔ ہمت بلند اور سخاوت و عفو کا نمونہ دکھایا۔ ملک و مال کیوقت وہ نمونے دکھلائے جو اس کے حسب حال تھے ابتدائی حالت اور مشکلات مین بھی سچے اخلاق دکھلائے ۱۳۔ برس تک وہ صبر کا نمونہ دکھایا کہ کسی نبی کی تاریخ مین نہین ہمین کوئی مسیح کا کونسا خلق دکھائیگا ہم بالکل راستی سے کہتے ہین کہ کوئی شعبہ خلق کا ثابت نہین۔ بدون ثبوت تو ہر ایک شخص دعوے کرسکتا ہے اگر موقع ملتا اور پھر وہ اپنے اخلاق دکھاتے تو بات بھی تھی مگر یہان تو سستی بی انزبے چادری کا معاملہ ہوتا ہے

اسلامی جنگین اور عیسائیون کی لڑائیان اسلامی جنگین بالکل دفاعی لڑائیان تھین جب کفار کی تکالیف اور شرارتین حد سے گذر گئین تو خدا نے ان کے سزا دینے کے لئے یہ حکم دیا۔ مگر عیسائیون نے جو مختلف اوقات مین مذہب کے نام سے لڑائیان کی ہین ان کے پاس خدا تعالیٰ کی کونسی دستاویز اور حکم تھا جسکے روسے وہ لڑے تھے۔ ان کو تو ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کا حکم تھا۔

۲۲۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

گناہ کی حقیقت نماز مغرب سے فارغ ہوکر جب حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام شہ نشین پر حلقہ خدام مین اجلاس فرما ہوئے تو حسب الارشاد حضرت حجت اللہ جناب مفتی محمد صادق صاحب نے پادری ہوپر صاحب کی ایک کتاب گناہ کی حقیقت سنانی شروع کی۔ اس کتاب کے سننے کی ضرورت اس لئے ہے کہ حضرت اقدس میگزین کے لئے **عصمت انبیا** والے مضمون کی تکمیل کے لئے ایک اور مضمون لکھنے کا ارادہ فرما رہے ہین جس کو آج کل ہی آپ شروع فرمائینگے غرض مفتی صاحب نے اس بے معنی سی کتاب کو جسکے جملے خاص ترتیب اور ترکیب کے ہین پڑھنا شروع کیا۔ ہوپر صاحب نے **بدی اور گناہ** دو جدا جدا چیزین ٹھہرائی ہین بدی کی تعریف مین اس نے لکھا ہے جس سے غم اور تاریکی پیدا ہو۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا۔ کہ بعض امور ایسے ہوتے ہین کہ ان سے غم پیدا ہوتا ہے مگر وہ غم گناہ نہین ہو سکتا بلکہ نیکی ہوتا ہے جیسے کہ ایک ڈاکٹر یا طبیب ایک مریض کو دیکھتا ہے تو ہمدردی سے اسکا دل بھر آتا ہے اور ایک غم اور درد اسکے دل پر مستولی ہوجاتا ہے تو کیا یہ کہا جاویگا کہ پادری صاحب کی اس تعریف کے موافق

نوٹ۔ ہم نے بارہ صفحہ ڈائری کیلئے دیدئے ہین پھر بھی ہفتہ کی ڈائری ختم نہین ہوتی ہم اس تدبیر مین ہین کہ اگر اللہ تعالے چاہے تو ان تمام مشکلات کو دور کرسکین (ایڈیٹر)

کہ اس نے گناہ کیا؟ ہرگز نہیں۔

ہمارے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کی تقریروں میں جو زخم تھا کیا تمام رعایا و راعیان سلطنت اور ڈاکٹروں کو ایک مورد الزام نہ تھا؟ تھا اور ضرور تھا تو پھر کیا ان سب نے گناہ کیا؟ نہیں عیسائی گناہ کی حقیقت سے ہرگز واقف نہیں۔

پھر ایک موقع پر پادری ہویر صاحب نے لکھا ہے کہ گناہ شریعت کے خلاف ہے؟ فرمایا تو ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ حضرت موسے کو اس وقت کب شریعت ملی تھی جب انہوں نے قبطی کو مکا مارا تھا۔ بلکہ اس کا نام تو حفاظت خود اختیاری رکھنا چاہئے کیونکہ اس نے ایک بنی اسرائیل کو مارا تھا۔

پھر ایک جگہ پادری مذکور نے لکھا ہے کہ گناہ خود غرضی ہے فرمایا طبعی تقاضوں مثلاً بھوک پیاس کو پورا کرنا یہ ایک قسم کی خود غرضی تو ہو سکتی ہے مگر اس کو گناہ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح پر جائز طریق سے تمام طبعی تقاضوں اور فطری خواہشوں کو پورا کرنا گناہ نہیں ٹھہر سکتا جب تک وہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہوں۔

سمجھ میں نہیں آتا عیسائی	نجات فضل سے ہے

جو کہتے ہیں کہ نجات فضل سے ہے اس فضل سے مسیح نے کیا فائدہ اٹھایا؟ اور ایسا ہی شیطان اور یہودا اسکریوطی کو کیا فائدہ ہوا؟

صبح کی سیر

۲۲- اکتوبر ۱۹۰۲ء

راستباز کی صداقت کا بڑا عظیم الشان نشان غیب کی	پیشگوئی۔ نجومی اور نبی کی خبر میں فرق

خبریں ہیں اور وہ خبریں ایسی ہوں کہ ان میں ایک قوت اور شوکت پائی جاوے۔

نجومی بھی اپنی اٹکل بازی سے پیشگوئی کرتا ہے مگر اس میں وہ قوت اور شوکت نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں اپنے اندر ایسی قوت رکھتی ہیں کہ ان سے ایک مقتدر۔ متصرف اور بالا ارادہ ہستی کا پتہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں دشمن کی شکست اور اپنی فتح کی خبر ہوتی ہے اور یہ بات آسان نہیں کہ ایک آدمی محض اپنی اٹکل سے ایسا کر سکے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی ایسی خبریں جب وہ دیتے ہیں بظاہر حالات ناممکن نظر آتے ہیں مگر پورا ہونے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انسانی طاقت سے بالاتر ہیں اور خدائے مقتدر اور متصرف کی قدرت نمائی ہے۔

۲- فرمایا عیسائیوں کی چھیڑ چھاڑ مذہبی رنگ میں بہت بڑھ گئی ہے اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتنہ بہت بڑھیگا۔ آخر خدا تعالیٰ مقابلہ کرے گا اور دکھا دیگا کہ آخری فتح توحید ہی کی ہے۔

توحید کے ماننے والے میں ایک رعب ہوتا ہے جو بت پرست اور باطل کے پرستار میں نہیں ہو سکتا۔ اور نہیں ہوتا۔ ان کا دل خود ان کو ملزم کرتا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ عیسائی حضرت مسیح میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں بتا سکتے جسکے رو سے اس کو انسانیت سے بڑھ کر کوئی چیز سمجھ لیں۔ بڑی خصوصیت اقتداری معجزات کی ہوتی ہے مگر وہ بھی اس میں پائے نہیں جاتے اور جس رنگ کے معجزے انجیل میں بیان کئے گئے ہیں ویسے ہی معجزات دوسرے نبیوں کے جو ان سے پہلے گذرے ہیں بائیبل ہی میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔

۳- مسٹر پگٹ مصنوعی اور مفتری مسیح لنڈن کا ذکر ہوا- فرمایا اس کو دعوت کیجاوے ڈوئی کی نسبت اس کو دعوت کرنے سے زیادہ فائدہ ہونے کی امید ہے اسی ذکر میں فرمایا کہ معجزات مسیح کی حقیقت رہی سہی ڈوئی نے کھول دی وہ بھی سلب امراض کرتا ہے باوجودیکہ عیسائی اسے کافر کہتے ہیں اور جہاں اس سے کوئی اچھا نہیں ہوتا تو کہدیتا ہے کہ مسیح سے بھی اچھا نہیں ہوا- اگر مسیح کی خدائی ایسی ہی تھی تو ڈوبے خدائی-

۴- قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے تذکرہ پر فرمایا کہ الم غلبت الروم میں کیسی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ ایرانی مشرک تھے اور رومی عیسائی تھے مگر قیصر روم نے جسکا نام ہرقل ہے جیسا کہ بخاری میں درج ہے اسلام کی عظمت کا اعتراف کیا تھا اور وہ اس طرح پر موحد ہی تھا۔ غرض جب ایرانیوں نے رومیوں پر فتح پائی تو کفار مکہ نے یہ سمجھ لیا کہ ہم بھی غالب ہوں گے اور مسلمان مغلوب ہو جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں ان کو بتا دیا کہ ایرانی پھر مغلوب ہو جائیں گے۔ بعض نے اس پیشگوئی کو اٹکل کہا مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس میں دوہری پیشگوئی ہے کہ اسی دن اسلام کی بھی فتح ہوگی۔ چنانچہ بدر کی لڑائی میں جب فتح ہوئی اسی دن ایرانی مغلوب ہوئے (اس مضمون پر ایک عظیم الشان اور گران قدر مضمون حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ ربہ کا لکھا ہوا الحکم میں طبع ہو چکا ہے اس لئے اسی قدر اختصار کافی سمجھا گیا۔ (ایڈیٹر)

سلب امراض سے جن لوگون	احیار موتی

کو مسیح نے عیسائیوں کے قول کے موافق زندہ کیا وہ آخر مر گئے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے **قد افلح من زکٰھا** کے نیچے لا کر جن کو زندہ کیا وہ ابد الآباد تک زندہ رہنے **صحابہ کا** مقابلہ حواریوں سے ہو ہی نہیں سکتا۔ ساری انجیل میں ایک بھی فقرہ ایسا نہیں جو صحابہ کی اس حالت کا جو قرآن نے بیان کی ہے۔ کہ خدا کی راہ میں انہوں نے جان و مال سے دریغ نہ کیا مقابلہ کر سکے۔ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کی راہ میں جو صدق دکھایا وہ لا نظیر ہے۔

یہ عظیم الشان پیشگوئی	نزعنا ما فی صدورهم من غل

ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت صحابہ میں باہم کوئی کسی قسم کی رنجش اُن میں نہ تھی اور بعد میں اگر ہو تو اللہ تعالےٰ اس کا ذمہ لیتا ہے کہ اس کو ہم دور کر دیں گے۔ شیعہ اگر یہ مانتا ہے کہ صحابہ کی باہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی رنجش تھی تو وہ گویا قرآن شریف کی تکذیب کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتا ہے کہ آپ کی نسبت جو فرمایا گیا ہے ویزکیہم تو گویا معاذ اللہ تزکیہ نہ ہوا۔ یہ بڑی دلیل ہے کذب شیعہ پر (خلافت راشدہ میں یہ مضمون بڑی وسعت سے بیان ہوا ہے اور ناظرین الحکم اکثر خطبوں میں اسکا لطف اٹھا چکے ہیں۔ اس لئے زوائد کو چھوڑ کر بعض نئے مطالب ہم نے لے لئے ہیں۔ (ایڈیٹر)

غرض شیعہ سے پوچھو کہ وہ ان لوگوں کے ظلم تو نہ لے جن میں زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی شکر رنجی تھی اگر زمانہ نبوت کے بعد ایسا کوئی واقعہ ہوا ہو تو اسکے دور کرنے کا خدا نے وعدہ فرما دیا ہے کہ ان نزاعوں کو دور کر دینگے اور **اخوانا علے سرر متقابلین** کا نظارہ دکھا دیں گے اخوانا جو فرمایا تو کوئی بتائے کہ کیا **اخوت** کے حقوق شکر رنجی میں قائم رہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں پھر جو یہ کہتا ہے کہ شکر رنجیاں قائم رہیں

نوٹ ۲۱ [illegible]

وہ خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے شیعہ بخاری کی ایک حدیث لَا تَدْرِی مَا اَحْدَثُوْا بعدک سے جو استدلال کرتے ہیں کہ بعد میں صحابہ میں مفسدہ برپا ہو ہمیں معلوم نہیں کہ ان لوگوں کے لیے ہے جو رَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کے مصداق ہو کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور جنکو زیادہ عرصہ آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر آخر اس آیت نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ سے ان کو بھی صاف کر دیا۔

۲۳ر صبح کی سیر

قرآنی عظمت اور مسلمان اس سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ مسلمانوں میں قرآن کی عظمت نہیں رہی شیعہ ہیں وہ آئمہ کے اقوال کو مقدم کرتے ہیں اور دوسرے فریق حدیثوں کے ظنی سلسلہ کو قرآن پر قاضی بناتے ہیں۔ اسی ذکر میں **عبداللہ چکڑالوی** اور **محمد حسین** کی بحث کا ذکر آ گیا فرمایا چکڑالوی نے تفریط کی ہے اور حدیث کو بالکل لاشے سمجھا اور محمد حسین افراط کیطرف گیا ہے کہ حدیث کی بغیر قرآن کو لاشے سمجھتا ہے۔

کتاب اللہ۔ سنّتہ اور حدیث پھر آپ نے واضح اور بیّن طور پر اس مضمون پر کلام کیا کہ ہمارے نزدیک تین چیزیں ہیں ایک کتاب اللہ دوسرے سُنّتہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور تیسرے حدیث۔ ہمارے مخالفوں نے دھوکا کھایا ہے کہ سُنّتہ اور حدیث کو باہم ملایا ہے۔ ہمارا مذہب حدیث کے متعلق یہی ہے کہ جب تک وہ قرآن اور سُنّتہ کے صریح مخالف اور معارض نہ ہوا اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے خواہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہی ضعیف کیوں نہ ہو جبکہ ہم اپنی زبان میں دعائیں کر لیتے ہیں تو کیوں حدیث میں آئی ہوئی دعائیں نہ کریں جبکہ وہ قرآن شریف کے مخالف بھی نہیں۔ قرآن شریف پر حدیث کو قاضی بنانا سخت غلطی ہے اور قرآن شریف کی بے ادبی ہے حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بڑھیا نے حدیث پیش کی تو انھوں نے یہی کہا کہ میں ایک بڑھیا کیلیے قرآن نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسا ہی حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے ماتم کرنے سے مردہ کو تکلیف ہوتی ہے تو انھوں نے یہی کہا کہ قرآن میں تو آیا ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔

پس قرآن پر حدیث کو قاضی . . . . . بنانے میں اہل حدیث نے سخت غلطی کھائی۔

اصل بات یہ ہے کہ اپنی موٹی عقل کی وجہ سے اگر کوئی چیز قرآن میں نہ ملے تو اسکو سُنّتہ میں دیکھو اور پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ جن باتوں میں ان لوگوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے خود انہیں اختلاف ہے انکی افراط تفریط نے ہمکو سیدھی اور اصل راہ دکھا دی جیسے یہودیوں اور عیسائیوں کی افراط اور تفریط نے اسلام بھیج دیا۔

پس حق بات یہی ہے کہ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنتہ کے ذریعہ تواتر دکھا دیا ہے اور حدیث ایک تاریخ ہے اسکو عزت دینی چاہیے۔ سُنّتہ کا آئینہ حدیث ہے (الحکم میں کتاب۔ سُنّتہ۔ حدیث۔ پر حضرۃ حجۃ اللہ کی ایک تقریر شائع ہو چکی ہے ایڈیٹر) یقین پر ظن کبھی قاضی نہیں ہوتا کیونکہ ظن میں احتمال کذب کا ہے۔ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک قابل قدر ہے انھوں نے قرآن کو مقدم رکھا ہے۔

معراج احادیث میں مسیح موعود کے لیے نزول من السماء نہیں لکھا نزول کا لفظ ہے اور یہ اطلاقی معنی رکھتا ہے نہ کہ حقیقی۔ نزیل لغت میں مسافر کو کہتے ہیں کیا وہ آسمان سے اترتا ہے بہرحال قرآن ہر میدان میں فتحیاب ہے۔ آپکو خاتم الانبیاء ٹھیرایا اور اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کہکر مسیح موعود کو اپنا بروز بنا دیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اسی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف اسکو رد کرتا ہے۔ اور حضرت عائشہ [illegible] کہتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کشف تھا جو بڑا عظیم الشان اور صاف کشف تھا اور اتم اور اکمل تھا کشف میں امر جسم کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ کشف میں جو جسم دیا جاتا ہے انہیں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا بلکہ بڑی بڑی طاقتیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اور آپکو ایسے جسم کے ساتھ جو بڑی طاقتوں والا ہوتا ہے معراج ہوا۔

پھر آپ نے اس امر کی تائید میں چند آیات سے استدلال کیا کہ آسمان پر نہیں جاتا۔ یہ باتیں تقریباً پہلے ہم الحکم میں درج کر چکے ہیں بخوف طوالت اعادہ نہیں کرتے۔

مسیح کی پیدائش کے ذکر پر فرمایا کہ خدا کی سُنّتہ دو طرح پر ہوتی ہے ایک کثرتی جیسے عموماً عورت سے دودھ نکلتا ہے مگر بعض اوقات نر سے بھی نکلا کرتا ہے ایسے واقعات دنیا میں ہوئے ہیں۔ یہ قلیل الوقوع واقعات خارق عادۃ کہے جاتے ہیں۔

دربار شام

شام کو اسی مضمون پر سلسلہ کلام جاری ہوا۔ جو آجکل آپ عصمت انبیاء پر لکھ رہے ہیں اور جسکا طرز ہم پچھلی اشاعت میں دکھا چکے ہیں۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر آج جمعہ ہے۔

دربار شام برادر مکرم **محمد یوسف صاحب** اپیل نویس نے اپنے گاؤں میں بعض لوگوں کی شرارت کے رفع کرنے کے واسطے بعض احباب کو حضرت اقدس کے ایماء سے لے جانا چاہا۔ اس کی تجویز ہوئی کہ مولوی **عبد اللہ صاحب** سنوری اور مولوی سرور شاہ صاحب کو بھیجا جاوے پھر مفتی محمد صادق صاحب نے رسالہ یگانہ ہی مسیح سُنایا۔

اس کے ضمن میں مندرجہ ذیل نکات آپ نے بیان فرمائے۔

۱۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کے اسماء مفعول کے لفظ میں نہیں جیسے قدوس تو ہے مگر معصوم نہیں لکھا کیونکہ پھر بچانے والا اور ہوگا۔

اسپر مولوی نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور وجود بھی سے جب کبھی مجھے کلام کرنیکا موقع ملا ہے میں نے یہی کہا ہے خدا کا نام موجود نہیں لکھا کیونکہ موجود بمعنی مدرک ہے اور خدا تعالیٰ کی شان ہے لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ اور پھر یہ لفظ خدا تعالیٰ کی نسبت صحابہ میں بھی نہیں بولا گیا

فرمایا جیسے مسیح پر کفر کا فتویٰ لگا کر انکو صلیب پر چڑھایا گیا ایسا واقعہ کسی نبی کے ساتھ نہیں ہوا۔ گناہ کا کمال کفر پر جا کر ہوتا ہے۔ اور مسیح پر یہودیوں نے کفر کا فتویٰ لگایا (ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں نے بھلا آپکو الامین اور المامون کہا۔ مسیح کے مخالفوں

۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر سیر میں معراج الدین صاحب اپنے اور انجمن معین المسلمین کے تعلقات اور حالات مقدمہ سناتے رہے۔ اور دربار شام

میں مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنی پنجابی نظم سنائی اور آنی امور پر بعض وقت کلام ہوتا رہا۔ انی متوفیک اور لکن شبہ لھم پر کچھ ذکر ہوا جو بار ہا شائع ہو چکا ہے۔ بعد نماز عشاء دربار ختم ہوا۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء

مولوی جمال الدین صاحب ساکن سید والہ نے سوال کیا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام کی بابت جو آیا ہے کہ الا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزا کیا اس سے یہ مراد ہے کہ وہ کلام نہ کرینگے۔ فرمایا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے لا تستطیع نہیں کہا۔

معجزہ اور قانون قرآن سلیمان علیہ السلام کے لیے جو آیا ہے کہ لوہا نرم کر دیا اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا تدابیر وہ سے الگ ہو کر جو فعل ہوتا ہے اسمیں اعجازی رنگ ہوتا ہے معجزات انبیاء تو لوازم میں صادر ہوتے ہیں انمیں سے بہت سے افعال ایسے ہوتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی انہیں شریک ہوتے ہیں مگر نبی ان تدابیر اور اسباب سے الگ ہو کر وہی فعل کرتا ہے اسلیے وہ معجزہ ہوتا ہے اور یہی بات یہاں سلیمان کے قصہ میں ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کیا لوگ قصائد نہ کہتے تھے؟ کہتے تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کلام فصیح و بلیغ پیش کیا تو وہ جوڑ توڑ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وحی سے تھا۔ اسلیے معجزہ تھا کہ درمیان اسباب عادیہ نہ تھے آپکے کوئی تعلیم پائی تھی اور بدون کوشش کے وہ کلام آپنے پیش کیا۔ غرض اسیطرح پر لوہا نرم کرنیکا معجزہ ہے کہ اسمیں اسباب عادیہ نہ تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہو کہ اسکے اور معنی بھی ہوں۔ مشکلات صعب بھی مراد لوہا ہوتا ہے وہ حضرت سلیمان پر آسان ہو گئیں۔ مگر اصل اعجاز کا کسی حال میں ہم انکار نہیں کرتے۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ کی ان قدرتوں پر ایمان نہو تو پھر خدا کو کیا مانا۔

ہم اسکو خارق عادت نہیں مان سکتے جو قرآن شریف کے بیان کردہ قانون قدرة کے خلاف ہو۔ مثلاً ہم احیاء موتی حقیقی کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ اسلیے کہ قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے فیمسک التی قضی علیہا الموت۔

اسیطرح ہم نہیں مان سکتے کہ خدا اپنے جیسا کوئی اور خدا بھی بنا لیتا ہے کیونکہ یہ اسکی توحید کے خلاف ہے یا یہ کہ وہ خودکشی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسکی صفت حیی و قیوم کے خلاف ہے۔ اسیطرح اگر کوئی کہے کہ دنیا ہمیشہ رہیگی اور یہاں ہی دوزخ بہشت ہوگا ہم نہیں مان سکتے اسکی صفت ملک یوم الدین کے خلاف ہے اور اسکے خلاف جا پڑتا ہے فریق فی الجنة و فریق فی السعیر۔ ایسا ہی ہم نہیں مان سکتے کہ کوئی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر بھی چڑھ سکتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ تو آسمان پر چڑھ جا تو آپنے یہی فرمایا سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ ایسا ہی مردے اگر واپس آ سکتے تو چاہیے تھا کہ قرآن شریف انکے لیے کوئی خاص قانون ورثہ بیان کرتا اور فقہ میں کوئی باب اسکے متعلق بھی ہوتا۔ غرض جو امور قرآن شریف کے بیان کردہ قانون کے خلاف ہیں ہم انکو تسلیم نہیں کر سکتے۔

پوچھا گیا کہ قرآن کا جو نزول ہوا ہے وہ یہی الفاظ ہیں یا کسطرح۔ فرمایا۔ یہی الفاظ ہیں۔ اور یہی خدا کی طرف سے نازل ہوا قرأت کا اختلاف الگ امر ہے وما ارسلنا من نبی ولا رسول میں لا محدث قراءة شاذہ ہے اور یہ قراءة صحیح حدیث کا حکم رکھتی ہے۔ جسطرح نبی اور رسول کی وحی محفوظ ہوتی ہے اسیطرح محدث کی وحی بھی محفوظ ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت سے پایا جاتا ہے۔

پوچھا گیا جبرئیل کا نزول قلب پر ہوتا تھا یا آواز آتی تھی فرمایا۔ اسمیں بحث کی کچھ ضرورة نہیں جبرئیل کا تعلق قلب ہی سے ہوتا ہے اور قرآن شریف میں لفظ آیا بھی ہے مگر یہ عالم الگ ہی ہوتا ہے۔ قرآن شریف جو تمام کتابوں اور علوم کا خاتمہ کرتا ہے اسلیے وہ بڑی اقوی وحی ہے اور شدید کیسا اسکا نزول تھا۔

فطرة اللہ ایک شخص نے اپنی رویا سنائی جس میں یہ آیت تھی + فرمایا اسکے معنی یہی ہیں کہ اسلام فطرتی مذہب ہے انسان کی بناوٹ جس مذہب کو چاہتی ہے وہ اسلام ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ اسلام میں بناوٹ نہیں ہے۔ اس کے تمام اصول فطرة انسانی کے موافق ہیں تثلیث اور کفارہ کیطرح نہیں ہیں جو سمجھ میں نہیں آ سکتے عیسائیوں نے خود مانا ہے کہ جہاں تثلیث نہیں گئی وہاں توحید کا مطالبہ ہوگا۔ کیونکہ فطرة کے موافق توحید ہی ہے اگر قرآن شریف بھی نہ ہوتا تب بھی انسانی فطرة توحید ہی کو مانتی کیونکہ وہ باطنی شریعت کیموافق ہے ایسا ہی اسلام کی کل تعلیم باطنی شریعت کے موافق ہے برخلاف عیسائیوں کی تعلیم کے جو مخالف ہے + دیکھو حال ہی میں امریکہ میں طلاق کا قانون خلاف انجیل پاس کرنا پڑا۔ یہ دقت کیوں پیش آئی اسلیے کہ انجیل کی تعلیم فطرة کیموافق نہ تھی۔

سوال کیا گیا کہ مسیح کو صلیب پر چڑھانا قرآن میں کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ فرمایا ولکن شبہ لھم سے یہ واقعہ عیسائیوں اور یہودیوں کی متواترات سے ہے قرآن شریف اسکا انکار کیوں کرنے لگا تھا۔ قرآن یا حدیث صحیح میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ مسیح چھت پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا یہ صرف خیالی امر ہے کیونکہ اگر مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا اور وہ کوئی اور شخص تھا تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا دوست ہوگا یا دشمن۔ پہلی صورة میں مسیح نے اپنے ہاتھ سے ایک دوست کو ملعون بنایا جس لعنت سے خود بچنا چاہتا تھا اسکا نشانہ دوست کو بنایا۔ یہ کون شریف پسند کر سکتا ہے۔ پس وہ حواری تو ہو نہیں سکتا۔ اگر دشمن تھا۔ تو چاہیے تھا کہ وہ دہائی دیتا اور شور مچاتا کہ میں تو فلاں شخص ہوں مجھے کیوں صلیب دیتے ہو + میری بیوی اور رشتہ داروں کو بلاؤ میرے فلاں فلاں نشان ہیں انکے ساتھ ہیں تم دریافت کر لو۔

غرض اس تواتر کا انکار فضول ہے اور قرآن شریف نے ہرگز اسکا انکار نہیں کیا۔

ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف نے تکمیل صلیب کی نفی کی ہے جو لعنة کا موجب ہوتی تھی۔ نفس صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی نہیں کی اسلیے ما قتلوہ کہا اگر یہ مطلب نہ ہوتا تو پھر ما قتلوہ کہنا فضول ہو جاتا۔ یہ ان کے تواترات میں کہاں تھا؟ اس لیے فرمایا کہ صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا گیا ہے ما صلبوہ سے اور صراحة کی اور لکن شبہ لھم سے اور واضح کر دیا کہ وہ زندہ ہی تھا ہولوں نے مردہ سمجھ لیا۔

اگر آسمان پر اٹھایا جاتا تو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ہنسی

+ فطرة اللہ التی فطر الناس علیہا

۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر

یروشلم اور بیت المقدس اس تذکرہ پر کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں پھر اس امر کی تحریک ہو رہی ہے کہ ارض مقدس کو ترکوں سے خرید کر لیا جاوے مختلف باتوں کے دوران میں فرمایا۔

یروشلم سے مراد دراصل دارالامان ہے یروشلم کے معنے ہیں وہ سلامتی کو دیکھنا ہے یہ سنت اللہ ہے کہ وہ پیشگوئیوں میں اصل الفاظ استعمال کرتا ہے اور اس سے مراد اسکا مفہوم اور مطلب ہوتا ہے۔

اسیطرح پر بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ ہے ہماری اس مسجد کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے کیونکہ اقصیٰ یا باعتبار بُعد زمانہ کے ہوتا ہے اور یا بُعد مکان کے لحاظ سے اور اس الہام میں المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات زمانی کو لیا ہے اور اسکی تائید واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم سے بھی ہوتی ہے اور بارکنا حولہ کا اس زمانہ کی برکات سے ثبوت ملتا ہے جیسے ریل اور جہازوں کے ذریعہ سفروں کی آسانی اور تار اور ڈاک خانہ کے ذریعہ سلسلہ رسل ورسایل کی سہولت اور ہر قسم کے آرام وآسایش قسم قسم کی کلوں کے اجرا ہوتے جاتے ہیں اور **سلطنت بھی ایک امن کی سلطنت ہے۔**

بنی اسرائیل بنی اسرائیل خدا تعالیٰ کا دیا ہوا لقب ہے اسرائیل کے معنے ہیں جو خدا سے بیوفائی نہیں کرتے اسکی اطاعت اور محبت کے رشتہ میں منسلک قوم۔ حقیقی اور اصلی طور پر اسلام کے یہی معنی ہیں بہت سی پیشگوئیاں جو اسرائیل کا نام رکھا ہے۔ یہ قلت فہم کیوجہ سے لوگوں کو سمجھ نہیں آتی ہیں اسرائیل سے مراد اسلام ہی ہے اور وہ پیشگوئیاں اسلام کے حق میں ہیں۔

انّ الارض یرثھا عبادی الصالحون فرمایا اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الارض سے مراد جو شام کی سرزمین ہے یہ صالحین کا ورثہ ہے اور جو اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے یرثھا فرمایا یملکھا نہیں فرمایا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وارث اس کے مسلمان ہی رہیں گے اور اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسیوقت چلی بھی جاوے تو وہ قبضہ اس قسم کا ہوگا جیسے راہن اپنی چیز کا قبضہ مرتہن کو دیدیتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کی عظمت ہے۔ ارض شام چونکہ انبیا کی سرزمین ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اسکی بے حرمتی نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیروں کی میراث ہووے یرثھا عبادی الصالحون فرمایا۔ صالحین کے معنے یہ ہیں کہ کم از کم صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو۔ مومنین کی جو تقسیم قرآن شریف میں کی گئی ہے اسکے تین ہی درجے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں ظالم لنفسہ۔ مقتصد۔ سابق بالخیرات یہ ان کے مدارج ہیں اور یہ اسلام کے اندر ہی داخل ہیں ظالم وہ ہوتا ہے کہ ابھی اسمیں بہت غلطیاں اور کمزوریاں ہیں اور مقتصد وہ ہوتا ہے کہ نفس اور شیطان سے اسکی جنگ ہوتی ہے مگر کبھی یہ غالب آجاتا اور کبھی مغلوب ہو جاتا ہے کچھ غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور صلاحیت بھی۔ اور سابق بالخیرات وہ ہوتا ہے جو ان دونوں درجوں سے نکل کر مستقل طور پر نیکیاں کرنے میں سبقت لیجاوے اور بالکل صلاحیت ہی ہو نفس اور شیطان کو مغلوب کر چکا ہو۔ قرآن شریف ان سب کو مسلمان ہی کہتا ہے۔

ہماری جماعت ہی کو دیکھو کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ ہے اور یہ سب کی سب ہمارے مخالفوں ہی سے نکل کر بنی ہے اور ہر روز جو بیعت کرتے ہیں یہ انہیں ہی سے آتے ہیں اگر انمیں صلاحیت اور سعادت نہ ہوتی تو یہ کسطرح نکل کر آتے۔ بہت سے خطوط اس قسم کی بیعت کرنیوالوں کے آئے ہیں کہ پہلے میں گالیاں دیا کرتا تھا مگر اب توبہ کرتا ہوں مجھے معاف کیا جاوے غرض صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو۔ تو وہ صالحین میں داخل سمجھا جاتا ہے۔

دربار شام

مسیح کا جنازہ بعد ادائے نماز مغرب جب ہمارے سید ومولیٰ شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے تھے تو ڈاکٹر سید عبد الستار صاحب رعیہ نے عرض کی کہ ایک شخص منشی رحیم بخش عرضی نویس بڑا سخت مخالف تھا مگر اب تحفہ گولڑویہ پڑھ کر اس نے مسیح کی موت کا تو اعتراف کر لیا ہے۔ اور یہ بھی مجھ سے کہا کہ مسیح کا جنازہ پڑھیں میں نے تو یہی کہا کہ بعد استصواب واستمزاج حضرت اقدس جواب دوں گا۔ فرمایا جنازہ میت کے لیے دعا ہی ہے کچھ حرج نہیں وہ پڑھ لیں۔

۲۔ ہمارے ناظرین منشی شاہدین صاحب سٹیشن ماسٹر مردان سے خوب واقف ہیں وہ اس سلسلہ میں قابل قدر شخص ہیں تبلیغ اور اشاعت کا سچا شوق رکھتے ہیں جہاں جاتے ہیں ایک جماعت ضرور بنا دیتے ہیں الحکم کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ بہرحال ناظرین یہ بھی جانتے ہیں کہ مردان میں بعض شریر النفس لوگوں کیطرف سے انکو سخت ایذائیں دیگئیں اور آخر انکی شرارت سے انکی تبدیلی ہو گئی۔ حضرت اقدس کے حضور جب انکی تکالیف اور مصائب کا ذکر ہوا تھا تو آپ نے صبر اور استقامت کی تعلیم دی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر خدا تعالیٰ نے اظہار حق کیا۔ افسران بالا دست نے بدون کسی قسم کی تحریک کے جو منشی صاحب کیطرف سے کیجاتی از خود اس مقدمہ کی تفتیش کی۔ اور انجام کار منشی شاہدین صاحب ترقی پر گوجرخان ایک عمدہ سٹیشن پر تبدیل ہوئے اور ان کے متعلق بہت ہی اطمینان بخش رائے افسروں نے قائم کی غرض جب منشی صاحب کی اس کامیابی کا ذکر ہوا فرمایا **عاقبۃ متقی کے لیے ہے۔**

بر کردن او بماند و بر ما بگذشت والا معاملہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نیک نیت حاکم کو اصلیت سمجھا دیتا ہے اگر اصلیت نہ سمجھیں تو پھر اندھیر پیدا ہو۔

۳۔ بغداد وغیرہ کی تباہی کے ذکر پر چولا کو نے کی فرمایا کہ بدکاری حد سے بڑھ گئی تھی آخر خدا تعالیٰ نے اسطرح پر انکو تباہ کیا لکھا ہے کہ آسمان سے آواز آتی تھی ایّھا الکفّار اقتلو الفجّار۔

فرمایا صادق مخالفوں کی شرارت اور ایذا رسانی سے اگر مارا بھی جاتا ہے تو وہ شہید ہوتا ہے مگر وہ ناعاقبت اندیش طاعون کا شکار ہونیکو باقی رہ جاتے ہیں جو انکی نجاست اعمال سے آتی ہے۔

۴۔ اذان ہو رہی تھی آپ نے فرمایا کیسی عمدہ شہادت ہے جب یہ اپنی گونجتی ہوئی دلوں تک پہنچتی ہے تو اسکا عجیب اثر پڑتا ہے دوسرے مذاہب کے جسقدر عبادت کے بلانیکے طریق ہیں وہ اسکا مقابلہ نہیں کر سکتے + انسانی آواز کا مقابلہ

دوسری مصنوعی آوازیں کب کر سکتی ہیں۔

۵۔ اپنی جماعت کے ذکر پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے لیے وعدہ فرمایا ہے وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اور خدا کے وعدے سچے ہیں۔ ابھی تو تخم ریزی ہو رہی ہے۔ ہمارے مخالف کیا چاہتے ہیں؟ اور خدا تعالیٰ کا کیا منشا ہے یہ تو انکو ابھی معلوم ہو سکتا ہے اگر وہ غور کریں کہ وہ اپنے ہر قسم کے منصوبوں اور چالوں میں ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔ اسیطرح جیسے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کیا چاہتے تھے انکا تو یہی مدعا اور مقصد تھا کہ اس جماعت کو نابود کر دیں مگر دیکھو انجام کیا ہوا؟ اگر اس اعجاز کامیابی کو جو ہمارے نبی کو حاصل ہوئی ابوجہل اس وقت دیکھ تو اسکو پتہ لگے کہ کسقدر فوق العادۃ ترقی مخالفوں کی مخالفت اور شرارت کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے کر کے دکھائی یہی معاملہ یہاں ہے اگر یہ مخالف نہ ہوتے تو ایسی اعجازی ترقی ہمارا ہی نہ ہوتی یعنی اس ترقی میں اعجازی رنگ نہ رہتا۔ کیونکہ اعجاز تو مقابلہ اور مخالفت ہی سے چمکتا ہے۔ ایکطرف تو ہمارے مخالفوں کی یہ کوششیں ہیں کہ وہ ہم کو نابود کر دیں۔ ہمارا سلام تک نہیں لیتے اور غائبانہ ذکر بھی نفرت سے کرتے ہیں دوسری طرف اللہ تعالیٰ حیرت انگیز طریق پر اس جماعت کو بڑھا رہا ہے یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے؟

کیا یہ ہمارا فعل ہے یا ہماری جماعت کا؟ نہیں یہ خدا تعالیٰ کا ایک فعل ہے جسکی تہ اور سر کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اب انکو کسقدر تعجب ہوتا ہوگا کہ چند سال پہلے جس جماعت کو بالکل کمزور اور ذلیل اور ضعیف سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ چند آدمی شامل ہیں اب اسکا شمار ایک لاکھ سے بھی بڑھ گیا ہے اور کوئی دن نہیں جاتا کہ بذریعہ خطوط اور خود حاضر ہو کر لوگ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوتے۔ یہ خدا کا کام ہے اور اسکی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔

۲۸ر صبح کی سیر

رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ حسب معمول آپ حلقہ خدام میں سیر کو نکلے طاعون کا تذکرہ شروع ہوتے ہی فرمایا کہ قرآن شریف میں اسکو رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ کہا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسپر انسانی ہاتھ نہیں پڑ سکتا اور زمینی تدابیر اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں ورنہ یہ عذاب آسمانی نہ رہے۔

طاعون جو اسکا نام رکھا ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے فاروق جب طعن اور تکذیب حد سے گذر جاتی ہیں تو پھر اس کی پاداش میں طاعون آتی ہے اور پھر صفائی کر کے ہی قہر الٰہی بس کرتا ہے۔

دَآبَّةُ الْاَرْضِ اور رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ میں تعلق۔ عرض کیا گیا کہ دابۃ الارض اور رجز من السماء میں کیا تعلق ہے؟ فرمایا امر تو آسمانی ہی ہوتے ہیں یعنی اس طاعون کا امر آسمان سے آتا ہے اور وہ اسلاک تھو سے بالالتزام ہوتا ہے اور اسکا معالجہ بھی آسمان ہی سے ہوتا ہے۔ دابۃ الارض طاعون کو کہتے ہیں اس لیے کہ اس کے کیڑے تو زمینی ہی ہوتے ہیں۔

طاعونی موت شہادۃ ہوتی ہے عرض کیا گیا کہ طاعون سے مرنا شہادۃ بتاتے ہیں تو پھر عذاب کیونکر ہوا؟ جو لوگ طاعون سے مرنا شہادۃ بتاتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ طاعونی موت تو عذاب الٰہی ہی ہے لیکن یہ جو کسی حدیث میں آیا ہے کہ اگر مومن ہو کر طاعون سے مر جاوے تو شہادۃ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ نے گویا مومن کی پردہ پوشی کی ہے کثرۃ سے اگر مرنے لگیں تو شہادۃ نہ رہیگی پھر عذاب ہو جائیگا۔ شہادۃ کا حکم شاذ کے اندر ہے۔ کثرۃ ہمیشہ کافروں پر ہوتی ہے۔

اگر ایسی ہی شہادۃ اور برکۃ والی چیز تھی تو اس کا نام رِجْزٌ مِّنَ السَّمَآءِ نہ رکھا جاتا۔ اور پھر کثرۃ سے مومن مرتے اور انبیا مبتلا ہوتے مگر کیا کوئی کسی نبی کا نام لے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس یاد رکھو کہ اگر کوئی شاذ مومن اس سے مر جاوے تو اللہ تعالیٰ اپنی ستاری سے اسکی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اسکے لیے کہا گیا کہ وہ شہادۃ کی موت مرتا ہے ما سوا اسکے میں نے بارہا کہا ہے کہ اگر کوئی حدیث قرآن شریف کے متعارض ہو۔ اور اسکی تاویل قرآن کے موافق نہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیے حکم ہمیشہ کثرۃ پر ہوتا ہے شاذ تو معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

دربار شام

بیعت بعد ادائے نماز مغرب اول چند آدمیوں نے بیعت کی۔ پھر مفتی محمد صادق صاحب نے ولایت کے اخبار سے چند پیراگراف سنائے فرمایا یہ لغو اور کفر تو ہوتا ہے مگر اس کی تحریک ہو جاتی ہے اور سحر کی بچہ کے بازیچہ سے بھی ہو جاتی ہے۔

دو سوال اور ان کا جواب ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحب نے منشی رحیم بخش عرضی نویس کا خط پیش کیا جسمیں دو سوال لکھے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ براہین میں مسیح کی آمد ثانی کا اقرار تھا کہ وہی مسیح آئے گا۔ پھر اس کے خلاف دعویٰ کیا گیا یہ تنزلزل بیانی قابل اعتبار نہیں ہوتی؟

فرمایا ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمنے ایسا لکھا ہے اور ہمیں یہ بھی دعویٰ نہیں ہے کہ ہم عالم الغیب ہیں ایسا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک کفر ہے اصل بات یہ ہے کہ جبتک اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہدایت نہ آوے ہم کسی امر کو جو مسلمانوں میں مروج ہو چھوڑ نہیں سکتے۔ براہین احمدیہ کے وقت اس مسئلہ کیطرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ نہیں دلائی پھر جبکہ ایک چرخہ کاتنے والی بڑھیا بھی یہی عقیدہ رکھتی تھی اور جانتی تھی کہ مسیح دوبارہ آئیگا تو ہم اسکو کیسے چھوڑ سکتے تھے جبتک خدا کیطرف سے صریح حکم نہ آجاتا۔ اس لیے ہمارا یہی خیال تھا* مگر جب خدا تعالیٰ نے ہمپر بذریعہ وحی اس راز کو کھول دیا اور ہمکو سمجھایا اور یہ وحی تواتر تک پہنچ گئی۔ تو ہم نے اسکو شائع کر دیا۔ انبیا علیہم السلام کی بھی یہی حالۃ ہوتی ہے جب تک اللہ تعالیٰ کسی امر پر اطلاع دیتا ہے تو وہ اس سے ہٹ جاتے ہیں یا اختیار کرتے ہیں۔ دیکھو افک عائشہ رضی اللہ عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول کوئی اطلاع نہ ہوئی۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ حضرۃ عائشہ اپنے والد کے گھر چلی گئیں۔ اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ اگر ارتکاب کیا ہے تو توبہ کر لے۔ ان واقعات کو دیکھکر صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کسقدر اضطراب تھا مگر یہ راز ایک وقت تک آپ پر نہ کھلا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے تبریہ کیا اور فرمایا اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ تو آپکو اس افک کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اس سے کیا آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی فرق آتا ہے؟ ہرگز نہیں وہ شخص ظالم اور ناخدا ترس ہے جو اس قسم کا وہم بھی کرے اور یہ کفر تک پہونچتا ہے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم

* مخالفوں کی بے ایمانی ہے کہ ایک خیال کو الہام یا وحی بنا کر پیش کرتے ہیں براہین میں یہ بات عامیانہ اعتقاد کے رنگ میں ہے نہ یہ کہ اسکی نسبت وحی کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ منہ

اور انبیا علیہم السلام نے کبھی دعوی نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ یہ لوگ سنتہ انبیا علیہم السلام سے اگر واقف اور آگاہ ہوں تو اس قسم کے اعتراض ہرگز نہ کریں۔ افسوس ہے انکو گلستان بھی یاد نہیں جہاں حضرت یعقوب کی حکایت لکھی ہے ؎

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
ز مصرش بوی پیراہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہان ست
دمی پیدا و دیگر دم نہان ست
گہی بر طارم اعلیٰ نشینیم
گہی بر پشت پائی خود نہ بینیم
اگر درویش بر یک حال ماندے
سر دست از دو عالم برفشاندے

یہ سچی بات ہے

اور ہمیں اسکا اعتراف ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے دکھائے بغیر نہیں دیکھتے اور اُسکے سُنائے بغیر نہیں سُنتے اور اُسکے سمجھائے بغیر نہیں سمجھتے

اس اعتراف میں ہمارا فخر ہے ہمنے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ ہم نے بعض خیالات کے مسلمانوں میں نشو و نما پایا تھا ایسا ہی مہدی و مسیح کے متعلق ہمارا علم تھا۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے اصل راز ہمپر کھولا اور حقیقت بتا دی تو ہمنے اسکو چھوڑ دیا اور نہ خود چھوڑا بلکہ دوسرونکو بھی اسکی طرف اسی کے حکم سے دعوۃ کی اور اسکو چھڑایا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جس امر کو نادان اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے اسی میں ہمارا فائدہ اور ہماری تائید ہوتی ہے دیکھو براہین میں ایک طرف مجھے مسیح موعود ٹھیرایا ہے اور وہ تمام دعدے جو آنیوالے مسیح موعود کے حق میں تھے پورے کئے اور دوسری طرف ہم اپنے اسی قلم سے مسیح کے دوبارہ آنیکا اقرار کرتے ہیں اب ایک دانشمند اور خدا ترس مسلمان اس معاملہ میں غور کرے اور دیکھے کہ اگر یہ دعویٰ ہمارا افترا ہوتا اور ہم نے از خود بنایا ہوتا یا منصوبہ بازی ہوتی تو اس قسم کا اقرار ہم اسمیں کیوں کرتے؟ یہ سادگی صاف بتاتی ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے ہمکو علم دیا اسے ہمنے ظاہر کیا + بظاہر یہ کارروائی متناقض ہے مگر ایک سعید الفطرۃ انسان کے لیے ایک روشن تر دلیل ہے۔ کیونکہ جبتک خدا تعالیٰ نے ہمپر نہیں کھولا باوجودیکہ ہمارے ساتھ وہی وعدے جو مسیح موعود کے ساتھ تھے کیے جاتے اور اسی براھین میں میرا نام مسیح رکھا جاتا ہے اور **هو الذی ارسل رسوله** الآیۃ الہام ہوتا ہے + مگر اسی قلم سے میں لکھتا ہوں کہ مسیح موعود دوبارہ آئے گا۔ ہم نے **قیام فی ما اقام الله** کو نہیں چھوڑا۔ جبتک کہ آفتاب کی طرح کھل نہیں گیا۔ یہی اعتراض ہماری سچائی کا گواہ ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی پہل وحی آئی تو آپ نے یہی فرمایا **خشیت علی نفسی**۔ بیوی کہتی ہے **کلا لا والله**۔ اور پھر بیوی نے کہا کہ آپ ضعفا کے مددگار ہیں آپکو خدا ضائع نہیں کریگا۔ پھر خدا تعالیٰ نے جب آپ پر امر نبوۃ کو واضح طور پر کھول دیا تو آپ نے تبلیغ اور اشاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ مومن اُس مقام کو جہاں ہوتا ہے نہیں چھوڑتا جبتک خدا نہ چھڑائے

مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ضمناً عرض کیا۔ کہ تعجب کی بات ہے ایک قوم اور یہی تو ہے جنہنے خدا کے اس راستباز اور صادق مسیح موعود کو تسلیم کیا ہے اور وہ اُسپر ایمان لائی ہے اس کے سامنے کیا یہ باتیں نہیں ہیں؟ ہیں مگر انکو انپر کوئی اعتراض نہیں معلوم ۔ ۔ ہوتا بلکہ ایمان بڑھتا اور اُسکی سچائی پر ایک عرفانی رنگ کی دلیل پیدا ہوتی ہے حضرۃ اقدس نے سنکر فرمایا بیشک یہ تو سچائی کی دلیل ہے نہ اعتراض۔ کیونکہ ماننا پڑے گا کہ تصنع سے یہ دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ خدا کے حکم اور وحی سے کیا گیا کیونکہ حضرۃ عیسیٰ کی آمد کے واقعات کو جو تو اس میں بیان نہیں کیا بلکہ میرا نام عیسیٰ رکھا اور کہا **لیظهره علی الدین کله** میرے حق میں ہے اور ادھر کوئی توجہ نہیں + پس اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر میرا یہ کام ہوتا تو اسمیں دوبارہ آنے کا اقرار نہ ہوتا یہ اقرار ہی بتاتا ہے کہ یہ خدا کا کام ہے اسپر مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے اس نکتہ سے خاص ذوق اُٹھا کر عرض کیا کہ یہ بعینہ وہی بات ہے جو قرآن شریف کی حقانیت پر پیش کی جاتی ہے کہ اگر یہ آنحضرت کا اپنا کلام ہوتا تو اسمیں زینب کا قصہ نہ ہوتا۔

حضرت اقدس نے پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ اب کونسی نئی بات ہے جسکا ذکر براہین میں نہیں ہے۔ براہین کو طبع ہوئے ۲۵ برس کے قریب ہو گئے ہیں اور اسوقت پیدا ہوئے بچے بھی اب بچوں کے باپ ہیں۔ اس میں ساری باتیں درج ہیں بتاؤ کا مقابلہ اسطرح پر ہو سکتا ہے کیا تیس برس پہلے ایک شخص ایسا منصوبہ کسطرح کر سکتا ہے جبکہ اسے اتنا بھی یقین نہیں کہ وہ اسقدر عرصہ تک زندہ رہے گا۔ پھر کیونکر میں اپنا نام اتنے سال پہلے از خود عیسیٰ رکھ سکتا تھا اور ان کاموں کو جو اسکے ساتھ منسوب تھے اپنے ساتھ منسوب کرتا۔ ہاں اس سے منصوبہ بے شک پایا جاتا اگر میں اسوقت لکھدیتا کہ آنیوالا میں ہی ہوں مگر اُسوقت نہیں کہا باوجودیکہ **هو الذی ارسل رسوله بالهدی** کا اعتراف کیا ہے کہ یہ میرے حق میں ہے یہ خدا کا کام تھا کہ مسیح کا دعویٰ تو اس میں بیان کیا مگر اسکو چھپایا اور زبان سے نکلوا دیا کہ وہ آئیگا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ آج جو دعویٰ کیا گیا ہے براہین میں یہ سارا موجود ہے ایک لفظ بھی کم و بیش نہیں ہوا اگر اسمیں الہامات نہ ہوتے۔ تو اعتراض کی گنجائش ہوتی گو اسوقت بھی اعتراض فضول ہوتا کیونکہ وہ دعویٰ وحی سے نہیں تھا۔ بلکہ اپنی ذاتی رائے تھی۔ خدا تعالیٰ نے یہ اسلیے کیا تا ظنون اور جلسازی کے وہم دور ہوں +

مسیح موعود اور قریشی خلیفے

دوسرا سوال اُنکا اس امر پر تھا کہ آپنے مسیح موعود کو لکھا ہے کہ وہ قریش میں سے نہیں اور پھر بعض جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ قریشی ہے اس کی مطابقت کیونکر ہو؟ فرمایا مسیح موعود کو جسطرح پر ہم کہتے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں وہ اس اعتبار سے نہیں جیسے قریش ہیں + اہل فارس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے ٹھیرایا ہے اور میرا الہام بھی ہے **سلمان منا اهل البیت**۔ اسی نام کر مجھے اہلبیت میں داخل کیا ہے داخل کرنا اللہ تعالیٰ کا ہی ہونا اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اختیار ہے۔

اہل فارس کو آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت اور قریش سے ٹھیرایا ہے اسلیے مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علام سے قریش اور اہلبیت میں ہوں۔

اسپر حضرۃ حکیم الامتہ نے **لیسلب الملک من قریش** کا ذکر کرکے عرض کیا کہ حضور ہم قریشیوں سے ملک چھینا گیا مگر کسی نے ہماری قوم سے غور نہیں کی کہ کیوں ایسا ہوا۔ تکبر کا اتنا بڑا خطرناک مرض ہماری قوم میں ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ سید کی لڑکی کسی دوسرے کے گھر میں دینا کفر سمجھا گیا ہے۔ اسپر حضرت نے کہا کہ ہم سے کوئی پوچھا کرتا ہے تو اسکو یہی جواب دیا کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی ایک بہن تھی کوئی ہمیں بتائے کہ وہ کس سید کو دیگئی تھی۔

غرض اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں +

بروز — پھر بروز کے متعلق سلسلہ کلام یوں شروع ہوا۔ فرمایا نیکیوں کے اور بدوں کے بروز ہوتے ہیں نیکوں کے بروز میں جو **موعود** ہے وہ ایک ہی ہے یعنی مسیح موعود ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** سے نیکوں کا بروز اور **ضالین** سے عیسائیوں کا بروز اور **مغضوب** سے یہودیوں کا بروز مراد ہے۔ اور یہ عالم بروزی صفت میں پیدا کیا گیا ہے جیسے پہلے نیک یا بدگذرے ہیں ان کے رنگ اور صفات کے لوگ اب بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان اخلاق اور صفات کو ضائع نہیں کرتا انکے رنگ میں اور آجاتے ہیں جب یہ امر ہے تو ہمیں اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ابرار اور اخیار اپنے اپنے وقت پر ہوتے رہیں گے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک چلا جاوے گا جب یہ سلسلہ ختم ہو جاویگا تو دنیا کا بھی خاتمہ ہے لیکن وہ **موعود** جس کے سپرد عظیم الشان کام ہے وہ ایک ہی ہے کیونکہ جسکا وہ بروز ہے یعنی **محمد** صلے اللہ علیہ وسلم وہ بھی ایک ہی ہے۔

اخص نشئہ فہم — حضرۃ حکیم الامتہ نے مولوی ابو رحمت حسن صاحب کا ذکر سنایا کہ وہ بڑے اخلاص سے خط لکھتے ہیں اور انھوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس آیت پر مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تہذیب کے خلاف ہے فرمایا جو خدا تعالےٰ کو خالق سمجھتے ہیں تو کیا اس خلق کو لغو اور باطل قرار دیتے ہیں جنہوں نے ان اعضا کو خلق کیا اسوقت تہذیب نہ تھی۔ خالق مانتے ہیں اور خلق پر اعتراض نہیں کرتے ہیں تو پھر اس ارشاد پر اعتراض کیوں؟ *

بعد نماز عشا دربار ختم ہوا۔

۲۹- اکتوبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر

درحکمتہ — ۱- طاعون کے ذکر پر ضمناً فرمایا۔ خدا کے کام عجیب ہوتے ہیں لوگ مغرور ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں مگر خدا تعالےٰ پھر پکڑتا ہے۔

۲- نادان انسان ذرا سی خوشی پر تکبر سے باتیں کرتا ہے۔ مگر آخر فتح اُسی کی ہوتی ہے جس کے ساتھ خدا ہو۔

۳- اسلام نے ہمیشہ نصرانیت کی سرکوبی کی ہے اور اب وہ وقت ہے کہ ان کے عقائد کی پردہ دری ہو گئی ہے اور اسکے بعد کسیکو حوصلہ نہ ہوگا۔ کہ انسان کے بچہ کو خدا بنائے۔

صحابہ کے فضائل — صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگرد و میں ایسی نظیر نہیں ملتی ہے اور خدا کے احکام پر ایسے قائم تھے کہ قرآن شریف انکی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے۔ لکھا ہے کہ جب شراب کی حرمتہ کا حکم نافذ ہوا تو جسقدر شراب برتنوں میں تھی وہ گرادی گئی اور کہتے ہیں اسقدر شراب بہی کہ نالیاں بہ نکلیں۔ اور پھر کسی سے ایسا فعل شنیع سرزد نہ ہوا۔ اور وہ شراب کے پکے دشمن ہو گئے۔ دیکھو یہ کیسا ثبات اور استقلال علی الاطاعۃ تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جس وفاداری محبت اور ارادت اور جوش سے انھوں نے کی کبھی کسی نے نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کے حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار پتھراؤ کرنا چاہتی تھی اور حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو ایسے کمزور اور ضعیف الاعتقاد تھے کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے اور حضرت مسیح آپ انجیل میں سُست اعتقاد انکا نام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اُستاد کے ساتھ سخت غداری کی اور بیوفائی کا نمونہ دکھایا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں الگ ہو گئے۔ ایک نے گرفتار کرادیا دوسرے نے لعنت بھیجکر انکار کر دیا۔

مگر صحابہ ایسے ارادتمند اور جاں نثار تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے انکی شہادۃ دی کہ انھوں نے خدا تعالےٰ کی راہ میں جانوں تک دینے میں دریغ نہیں کیا۔ اور ہر صفت ایمان کی ان میں پائی جاتی ہے عابد۔ زاہد۔ سخی۔ بہادر اور وفادار یہ شرایط ایمان کی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتیں۔

ابتدائی مصائب — جسقدر مصائب اور تکالیف صحابہ کو ابتدائے اسلام میں اُٹھانی پڑیں انکی نظیر بھی کسی اور قوم میں نہیں ملتی + اس بہادر قوم نے ان مصیبتوں کو برداشت کرنا گوارا کیا لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا۔ ان مصیبتوں کی انتہا آخر اسپر ہوئی کہ انکو وطن چھوڑنا پڑا اور نبی کریم صلعم کے ساتھ ہجرۃ کرنی پڑی۔ اور جب خدا تعالےٰ کی نظر میں کفار کی شرارتیں حد سے تجاوز کر گئیں اور وہ قابل سزا ٹھہرگئیں تو خدا تعالیٰ نے انھیں صحابہ کو ماموُر کیا کہ اس سرکش قوم کو سزا دیں۔ چنانچہ اُس قوم کو جو مسجد و میں دہرات اپنے خدا کی عبادہ کرتی تھی اور جسکی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ جسکے پاس کوئی سامان جنگ نہ تھا مخالفوں کے حملوں کے روکنے کیواسطے

میدان جنگ — میدان جنگ میں آنا پڑا۔ اسلامی جنگیں دفاعی تھیں۔ پھر ان جنگوں میں یہ چند سو کی جماعت کئی کئی ہزار کے مقابلہ میں آئی۔ اور ایسی بہادری اور وفاداری سے لڑی۔ اگر حواریوں کو اس قسم کا موقع پیش آتا تو انمیں سے ایک بھی آگے نہ ہوتا۔ ایک ذرا سے ابتلا پر وہ اپنے آقا کو چھوڑ کر الگ ہوگئے تو ایسے معرکوں میں انکا ٹھہرنا ایک ناممکن بات ہے مگر اس ایماندار اور وفادار قوم نے اپنی شجاعت اور وفاداری کا پورا نمونہ دکھایا۔ اور یہ کچھ جو ہر انھوں نے دکھائے وہ سچے ایمان اور یقین کے نتائج تھے موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو کہا کہ بڑھ کر دشمن پر حملہ کرو تو انہوں نے کیا شرمناک جواب دیا **فاذھب انت** *

وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُونَ

تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے صحابہ کی لائف میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا بلکہ اُنھوں نے کہا کہ ہم اُن میں سے نہیں ہیں جنھوں نے یہ کہا **فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ**۔ ایسی قوۃ اور شجاعت اور وفاداری کا جوش کیونکر پیدا ہو گیا تھا؟ یہ سب ایمان اور یقین کا نتیجہ تھا۔ جو آپ کی قوۃ قدسی اور تاثیر کا اثر تھا آپ نے انکو ایمان سے بھر دیا تھا۔

حواری اور معجزات مسیح

مسیح کے حواریوں میں جو یہ ایمانی قوت پیدا نہیں ہوئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکو ان کے معجزات پر کوئی قوی ایمان اور بھروسا نہ تھا۔ بلکہ اصل بات یہی ہے جیسا کہ بعض عیسائی مصنفوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ حواری دنیادار اور سطحی خیال کے آدمی تھے انھیں یہ خیال تھا کہ یہ بادشاہ ہو جائیگا تو ہم کو بھی عہدے ملیں گے۔ انکا تعلق ایک لالچ کے رنگ میں مسیح کے ساتھ تھا اسی لیے وہ ایمانی قوۃ اور عرفانی مذاق انمیں پیدا نہ ہوا + اگر وہ معجزات مسیح کو دیکھتے کہ مردوں کو زندہ کرتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے عجوبے دیکھکر بھی ایمان میں قوۃ نہ آئے + حقیقت یہی ہے کہ مسیح سے سلب امراض وغیرہ کے نشانات جو دیکھتے تھے وہ ایسے عام تھے کہ یہودی بھی کرتے تھے اور ایک تالاب پر بھی مریض جا کر اچھے ہو جایا کرتے تھے + اسلیے ان باتوں نے معجزات مسیح کی کوئی عظمت انکے دلمیں پیدا نکی اور وہ نور یقین و معرفۃ جو گناہوں کو زائل کرتا ہے انمیں پیدا نہیں ہوا۔ اسلیے یہودا اسکریوطی جو مسیح کا خزانچی تھا اور جسکے پاس ایکہزار روپیہ کی تھیلی رہتی تھی۔ اسمیں سے چرا لیا کرتا تھا اور اسی لالچ نے اسکو ۳۰ درہم لیکر گرفتار کرانے پر آمادہ کیا۔

مسیح اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہما وسلم

مسیح کے پاس تو ایکہزار کی تھیلی رہتی تھی۔ اور تعجب ہے کہ باوجودیکہ ایکہزار روپیہ پاس رہتا تھا پھر بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کو سر رکھنے کو جگہ نہیں آنحضرۃ صلعم کی یہ حالت تھی کہ آپ کے پاس جو کچھہ ہوتا وہ سخاوت کر دیا کرتے تھے ایکبار آپکے گھر میں . . . . ایک مہر تھی آپ نے اسکو لیکر تقسیم کر دیا۔

مسیح کا شوق جہاد

پادری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے ہیں اپنے گھر میں نگاہ نہیں کرتے۔ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں بالکل دفاعی تھیں۔ مگر مسیح کو اسقدر شوق تھا کہ اس نے شاگردوں کو کہا کہ کپڑے بیچکر بھی ہتھیار خریدو۔ اصل میں مسیح کا لڑائیاں نہ کرنا ستر بی بی از بیچادری کا مصداق ہے اگر انھیں موقع ملتا تو وہ ہرگز تامل نہ کرتے بلکہ اس قسم کی تعلیم سے جو انھوں نے ہتھیاروں کے خریدنے کی دی صاف معلوم ہوتا ہے کہ انھیں کسقدر شوق تھا۔ اور داؤد کے تخت ہی کی وراثت کا خیال لگا ہوا تھا۔ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپنے ان مخالفوں سے جنھوں نے سخت ایذائیں دی ہوئی تھیں اور جو اب واجب القتل ٹھہر چکے تھے پوچھا تمھارا میری نسبت کیا خیال ہے انھوں نے کہا کہ تو کریم ابن کریم ہے تو آپنے فرمایا اچھا میں نے تم سب کو بخشدیا آپکے اس رحم اور کرم نے انپر ایسا اثر کیا کہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت مسیح کو اپنے ایسے اخلاق کے اظہار کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا۔

اور حواریوں کے لیے تو مسیح کا آنا ایک قسم کا ابتلا تھا کیونکہ انکو کوئی فائدہ نہ ہوا اور انھوں نے کچھہ نہ سیکھا۔

مسیح ابن مریم اور مسیح موعود علیہما السلام

فرمایا جو کامیابی اور اثر مسیح ابن مریم کا ہوا وہ تو صاف ظاہر ہے اور جس کمزوری اور ناکامی کے ساتھ انھوں نے زندگی بسر کی وہ انجیل کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتی ہے مگر مسیح موعود جیسا اپنے زبردست اور قوۃ قدسیہ کے کامل اثر والے متبوع کا پیرو ہے اسیطرح اس کی عظمت اور بزرگی کی شان اس سے بڑھی ہوئی ہے جو کامیابیاں اور نصرتیں آنحضرت کو خدا نے ظاہر کی ہیں مسیح کی زندگی میں انکا نشان نہیں نہ معجزات ہیں نہ پیشگوئیاں ہیں نہ تعلیم میں غرض جیسے آنحضرۃ صلعم اپنے مثیل موسیٰ سے ہر پہلو میں بڑھے ہوئے تھے اور گویا آپ اصل اور موسیٰ آپکا ظل تھے اسیطرح مسیح موعود موسوی مسیح سے نسبت رکھتا ہے۔

نصرانیت کا اثر

نصرانیت کا اثر آجکل عام ہو رہا ہے بعض تو بالکل مرتد ہو گئے ہیں اور بعض نے اور نہیں تو فیشن ہی انکا تتبع کر لیا ہے۔

نیکی اور بدی کی کشش

فرمایا انسان کے اندر نیکی اور بدی کی ایک کشش ہے آدمی نیکی کرتا ہے مگر نہیں سمجھہ سکتا کہ کیوں نیکی کرتا ہے اسیطرح ایک شخص بدی کیطرف جاتا ہے لیکن اگر اس سے پوچھا جاوے تو کدھر جاتا ہے تو وہ نہیں بتا سکتا۔ مثنوی رومی میں ایک حکایت اس کشش پر لکھی ہے کہ ایک فاسق آقا کا ایک نیک غلام تھا صبحکو جو مالک نوکر کو لیکر بازار سودا خریدنے کو نکلا تو راستہ میں اذان کی آواز سنکر نوکر اجازت لیکر مسجد میں نماز کو گیا اور وہاں جو اُسے ذوق اور لذۃ پیدا ہوا تو بعد نماز ذکر میں مشغول ہو گیا۔ آخر آقا نے انتظار کرکے اسکو آواز دی اور کہا کہ تجھے اندر کسنے پکڑ لیا۔ نوکر نے کہا کہ جسنے تجھے اندر آنے سے باہر پکڑ لیا۔ غرض ایک کشش لگی ہوئی ہے اسی کیطرف خدا نے اشارہ فرمایا ہے **كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ**

۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر

الہام **نتیجہ خلاف اُمید ہے۔** اسکی کوئی تصریح نہیں فرمائی گئی۔

آج کی سیر میں متفرق مقامی اور آنی امور پر سلسلہ گفتگو کا شروع رہا اور ختم ہوا۔

دربار شام

عمل کی ضرورۃ ہے

۱۔ میاں نبی بخش نمبردار بٹالہ ضلع گورداسپور نے عرض کی کہ حضور میں کچھہ لکھا پڑھا آدمی نہیں ہوں فرمایا **علم کیا اصل ضرورۃ عمل کی ہے**

قیام فی ما اقام اللہ

۲۔ ایک شخص نے ملازمت چھوڑ کر تجارۃ کے متعلق مشورہ پوچھا فرمایا نوکری چھوڑنی نہیں چاہیے **قیام فی ما اقام اللہ** بھی ضروری ہے بلا وجہ ملازمت چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔

ایک طالب حق

۳۔ ایک ہندو نوجوان نے (جو طالب حق اپنا نام رکھتا تھا) عرض کی کہ حضور میں ایک عرصہ سے طلب حق چاہتا ہوں مگر مجھے ابھی تک وہ راہ نہیں ملی ہے فرمایا طلب حق کے لیے دو چیزوں کی ضرورۃ ہے اول عقل سلیم چاہیے۔ بعض لوگ طلب حق تو چاہتے ہیں مگر غبی اور بلید طبع ہوتے ہیں اور قوت فیصلہ نہیں رکھتے اسلیے جو کچھہ سمجھایا جاوے اُسکو سمجھہ نہیں سکتے اور کل مذاہب

ان کے سامنے پیش کیے جاویں تو وہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہمیں سے حق کس کے ساتھ ہے۔ یہ بیماری ہے جسکو سوفسطائی عقل لکھا ہے اپنر وہم غالب ہوتا ہے۔ اس لیے اول طالب حق کیواسطے ضروری ہے کہ وہم غالب نہ ہو۔

دوم قبول حق کے لیے جرأت رکھتا ہو۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حق کو سمجھ تو لیتے ہیں مگر برادری کے تعلقات نہیں ٹوٹتے۔ ایسے لوگ بزدل ہوتے ہیں یہ بزدلی بھی فائدہ نہیں پہونچاتی۔

پہلے پہل جو بچہ مدرسہ میں بھیجا جاتا ہے اسکے سامنے تو الجبرا ہی پیش کی جاتی ہے۔ کوئی بڑی کتاب نہیں رکھی جاتی۔ اسیطرح مذہب کی پرکھ میں پہلی نسبتاً موٹی موٹے اصولوں میں مقابلہ . . . کرکے دیکھ لینا چاہیے کہ مذہب حق کونسا ہے؟ مجھے تعجب آتا ہے کہ اسوقت مذاہب کا مقابلہ ہو رہا ہے اور امر حق صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ اور اس ہند ہی میں سب مذاہب موجود ہیں۔ سناتن۔ عیسائی۔ آریہ۔ مسلمان وغیرہ بڑے بڑے یہی مذہب ہیں۔ مذہب کی پہلی جزو اور جڑھ خداشناسی ہے جسکا پہلا قدم ہی غلط اور بے ٹھکانا ہے دوسرا قدم اسکا کب ٹھکانہ پر پڑے گا۔

اب اس اصل پر مذاہب کی شناخت کرلو۔

خداشناسی اور سناتن دھرم

سناتن دھرم کو لو۔ انھوں نے کوئی جڑی بوٹی پتھر درخت چاند سورج غرض مخلوق میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کی پرستش نہیں کی اور جسکو خدا نہیں بنایا۔ اب جس مذہب کا خداشناسی کے متعلق یہ عقیدہ ہو۔ اسکو علوم حقہ سے کب حصہ مل سکتا ہے اسکی اخلاقی حالتیں کیونکر درست ہو سکتی ہیں وہ تو ریل کو بھی دیکھیں تو اسے بھی سجدہ کرنیکو طیار ہیں اور اسے خدا ماننے لگتے ہیں۔ پہلے ان لوگوں میں سے ایک اور فرقہ ہے جو اپنے آپکو اصلاح یافتہ فرقہ سمجھتا ہے اور اسکو آریہ کہتے ہیں۔

آریہ

آریہ کی خداشناسی کا یہ حال ہے کہ انھوں نے برخلاف وید کے خدا کی توحید کا زبانی اقرار تو کیا ہے۔ گو وید میں اگنی وایو وغیرہ کی پرستش کی گئی ہے لیکن یہ لوگ اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے مگر خداشناسی میں باوجود اس اقرار کے سخت ٹھوکر کھائی ہے اور وہ یہ کہ وہ خدا کو کسی چیز کا خالق نہیں مانتے۔ اور اسکو صرف جوڑنے جاڑنے والا مانتے ہیں جب خدا کی اس عظیم الشان صفت سے انکار کیا گیا تو ایسا ناقص اور ادھورا خدا کب کسی کے ماننے میں آسکتا ہے۔ پھر انھوں نے خدا کی دوسری صفتوں کا بھی انکار کیا ہے مثلاً وہ مانتے ہیں کہ وہ کسی انسان کو کوئی چیز عطا نہیں کرسکتا جو کچھ کسیکو ملتا ہے اسکے عملوں کی ہی پاداش ملتی ہے پھر انھیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو دنیا کا کام نہ چل سکتا کیونکہ گائے بکری بھینس اور دوسری آرام دہ مخلوق نہ ہوسکتی۔ اس قسم کا خدا انھوں نے مانا ہے۔ گویا خداشناسی کے مقام سے یہ مذہب بھی گرا ہوا ہے۔

عیسائی مذہب

پھر ایک اور مذہب ہے جسکی اشاعت کیلیے کروڑ ہا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور وہ عیسائی مذہب ہے اس میں خداشناسی کی اور بھی ردی حالت ہے وہ اول تو سرے سے خدا ہی کو تین مانتے ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ان کے نزدیک ہے کہ وہ سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ اور پھر ان تین میں سے ایک عاجز انسان بھی ہے جو مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور جسکی ساری عمر جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے ایک کرب اور اضطراب میں گذری۔ بد دکھاتا رہا۔ اور آخر یہودیوں نے اسکو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اب اگر خدا کا یہی نمونہ ہے تو کون اسپر ایمان لاسکتا ہے

اسلام

مگر اسی خداشناسی کے متعلق جو تعلیم اسلام نے دی ہے وہ ایسی صاف ہے کہ ہر عقلمند کو اسکے ماننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور تمام نقصوں سے مبرا ہے وہ تمام اشیا کا خالق اور مالک ہے وہ رحمن اور رحیم ہے۔ اسلام کسی مخلوق کو خدا یا خدا کا ہمسر مثیل بتاتا۔ وہ خالق اور مخلوق میں فرق بتاتا ہے۔

اب اس اصل میں جب مقابلہ کیا جاوے تو کیسے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی مذہب اس اصل میں اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور اسلام ہی سچا مذہب ہے

دوسری اصل

پھر مذہب کی دوسری جزو یا اصل یہ ہے کہ وہ مخلوق کے حقوق کیسے قائم کرتا ہے۔ اس اصل میں بھی دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرکے دیکھلو۔ آریہ مذہب نے تو ایسا ظلم کیا ہے کہ جس کو بیغیرتی کے اور معلوم نہیں ہوتا۔ اسنے نیوگ کی تعلیم دی ہے کہ جس شخص کے گھر میں اولاد نہ ہو تو وہ اپنی عورت کو دوسرے شخص سے ہمبستر کرادے اور اولاد حاصل کرلے۔ اب اس سے بڑھ کر بے غیرتی اور غیرت کا خون کیا ہوگا کہ ایک شخص کو جسکی بدقسمتی سے دو چار سال تک اولاد نہیں ہوئی کہدیا جاوے کہ تو اپنی بیوی کو دوسرے آدمی سے اولاد لینے کی خاطر ہمبستر کرالے یہ کیسی شرمناک بات ہے یہاں قادیان میں ایک شخص موجود ہے جس سے جب اس نیوگ کی بابت پوچھا گیا تو اس نے یہی کہا کہ کیا مضائقہ ہے۔

اب کوئی عقلمند اس تعلیم کو کب گوارا کرسکتا ہے میں نے پڑھا تھا کہ ایک بنگالی آریہ ہوگیا ایک برہمو نے جب اسپر نیوگ کی حقیقت کھولی تو اسنے ستیارتھ پرکاش کو پھینک کر مارا اور کہا کہ یہ مذہب قبول کرنیکے لائق نہیں۔

عیسائیوں نے مخلوق پر یہ ظلم کیا کہ کفارہ کی تعلیم دیکر اور شریعت کو لعنت کہکر نیکی کا دروازہ ہی بند کردیا اور قوائے انسانی کی بیحرمتی کی جب کہدیا کہ کوئی نیکی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر اسلام مخلوق کے حقوق کو جائز اور مناسب مقام پر قائم کرتا ہے وہ ایسی تعلیم نہیں دیتا۔ جو نیوگ کے پیرایہ میں دیگئی وہ انسانی قوی کی بیحرمتی نہیں کرتا اور انسان کو کفارہ کی تعلیم دیکر سست نہیں بنانا چاہتا اس نے شریعت کو لعنت نہیں بتایا بلکہ انسانی طاقتوں کے اندازہ سے رکھا۔ اسطرح معاملہ قریباً بالکل صاف ہے اگر وہم نہو اور قبول حق میں کوئی روک نہیں ہوسکتی اگر بزدلی نہو

سائل۔ ان مذاہب کی بابت تو مجھے پہلے سے اعتراض ہیں۔ مگر اسلام کی کتابیں میں نے نہیں پڑھی ہیں۔ فرمایا۔ آپ قرآن شریف کو پڑھیں اس سے معلوم ہو جاویگا کہ وہ خدا کی نسبت کیا تعلیم دیتا ہے اور مخلوق کی نسبت کیا؟ ان دونو تعلیموں کو اگر آدمی غور سے دیکھلے تو حق کھل جاتا ہے۔

پھر مفتی صاحب نے بیور کی ایک تصنیف سنائی جو اسنے مسلمانوں سے مناظرہ کرنیکے متعلق ہدایات پر لکھی ہے۔ پھر چند لوگوں نے بیعت کی۔ پھر طالب حق نے عرضکیا کہ مجھے خواب آیا تھا کہ تو مسیح کے پاس جا اور اسے پوچھ۔ اگر وہ کہے کہ میں مسیح ہوں تو پھر وہ جو کہے مان۔ فرمایا ہم تو سالہا سال سے اس دعویٰ کی اشاعت کر رہے ہیں اور خدا نے صدہا نشان اسکی تائید میں دکھائے ہیں جنکو خدا نے سعادت اور فہم دیا ہے وہ سمجھ لیتے ہیں جنکو اسنے حصہ نہیں وہ محروم رہ جاتا ہے۔ فرمایا حق شناسی کی راہ میں اگر وہم اور بزدلی نہو تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ مشرق اور مغرب میں تلاش کرو۔ اسلام کے سوا حق نہیں ملیگا مجھے تعجب ہے کہ لوگ

شکر پر اسکو بڑھاتا ہے۔ پس شکر کرو کہ اس کا فضل اور بھی ترقی کرے نمازوں میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کا تکرار بہت کرو۔ ایاک نستعین خدا کے فضل اور گم شدہ متاع کو واپس لاتا ہے۔ اس کے بعد مولوی فتح الدین صاحب نے اپنی پنجابی نظم پڑھی پھر نماز عشاء ادا ہوئی اور اجلاس ختم ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

کفر بالرب

(یہ خلاصہ اور ماحصل ہے اس خطبہ کا جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے ۱۳؍ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کو پڑھا۔ ایڈیٹر)

مثل الذین کفروا ربہم

مثال ان لوگون کی جنہون نے اپنے رب کا کفر کیا کرماد اس راکھ کی سی ہے جسپر آندھی کے دن سخت شدت سے ہوا چلی جو کچھ کمائی اور کسب کر چکے ہین اس سے وہ کچھ بھی فائدہ نہین اُٹھا سکتے اس سے بڑھکر اور محنت کا اکارت جانا کیا ہوتا ہے؟

اس آیت مین قابل غور یہ امر ہے کہ اللہ تعالے نے ان لوگون کے اعمال کے ضائع ہونے کی مثال دی ہے جنہون نے اپنے رب کا کفر کیا ہے دراصل کفر بالرب کفر بالنبوۃ ہے اور اسطرح پر اللہ تعالے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جو لوگ نبوۃ پیغمبر ماموریں اللہ کا مقابلہ کرتے ہین اُنکی کوشش اور سعی بے سود اور اکارت جاتی ہے +

اگر دلون پر حسد اور بغض کے پردے اور وہم اور جہالت کی تاریکی غالب نہ ہو تو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہے کہ جو شخص خدا تعالے کی طرف سے ہونیکا دعوی کرتا ہے وہ اپنے دعوے مین راستباز ہے

رات جب حضرت نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ اسلام کی سچائی کے سمجھنے مین کیا روک ہوسکتی ہے؟ پروردگار جانتا ہے کہ آپ کے اس ارشاد سے مجھے بڑا ہی مزا آیا اور مین اس نکتہ پر پہنچ گیا کہ آپکو کسقدر لذت اور ذوق سے ملا ہوا یقین اسلام کی سچائی پر ہے اور آپ کس قوت اور بصیرت کیساتھ اسلام کو تمام ادیان سے افضل اور اکمل مانتے ہین اور حقیقت مین ہے بھی یون ہی +

اگر نبوۃ کی راہ مین روکین اور پتھر ہوتے تو خدا تعالے پر رحمٰن نہ ٹھہرتا جو رحمانی صفت سے انبیاء کو بھیجتا ہے دیکھو یہ آفتاب ماہتاب یہ زمین و آسمان یہ ہوا اور پانی غرض تمام وہ اشیاء جو انسانی وجود کی ضرورتون کے محتاج ہین اپنے اسی تقاضائے رحمانی سے پیدا کئے ہین پھر اسی تقاضائے رحمانیت سے نبوۃ کا سلسلہ ہے جیسے ان اشیاء اور اجرام کی پیدائش کا سمجھنا کچھ بھی مشکل نہین اسیطرح نبوت کے سلسلہ کو سمجھنا مشکل نہین بلکہ آسان تر ہے کیونکہ ایک گنوار دہقان بھی جو بارش اور سورج کے مفاد کو سمجھتا ہے کہ وہ جسم کے لئے ضروری ہین اسیطرح پر . . . روح کی پرورش کے لئے سلسلہ نبوت کی تعلیم کیا مشکل ہوسکتی ہے۔

مین اوائل مین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرۃ پڑھتا اور دیکھتا کہ کسطرح پر آپ کا انکار کیا گیا تو مجھے تعجب اور حیرت ہوتی کہ کیا دنیا میں ایسے اندھے اور سیاہ اندرون لوگ بھی گذرے ہین جنہون نے محمد رسول اللہ کا انکار کیا جس کی صداقت آفتاب سے بھی بڑھکر روشن اور بیّن ہے۔ مگر میرا تعجب جاتا رہا جب مین نے ان آنکھون سے دیکھ لیا کہ

مسیح موعود کا انکار کیا گیا۔

مین بارہا اپنے مخدوم حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب سے یہ تعجب ظاہر کیا کرتا تہا کہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیون انکار کیا گیا جو دنیا مین ایک ہی کامل بے عیب فرد بالکل آسمانی آدمی تہا جسپر کوئی الزام اپنون اور بیگانون نے نہین لگایا بڑھکر سے بڑا اعتراض اگر کوئی کیا تو ساحر اور مجنون کہدیا مگر کوئی الزام فسق یا خیانت کا باوجود اس دعوے کے کہ قد لبثت فیکم عمراً دہ نہین لگا سکے آپ کی پاک اور بے عیب ذات کا انکو شعور تہا اور وہ الامین اور الماموں آپ کو سمجتے تھے پھر اتنی باتون کا شعور ضرور تہا کہ اس بات کی طرف ان کو توجہ دیتا کہ اتنا بڑا اسطہرا اور مزکی انسان جہوٹ نہین بول سکتا مگر کوئی ایسا پردہ انکے دل پر پڑا کہ وہ اسکو سمجھ نہ سکے لیکن جب مسیح موعود کا اسی رنگ مین انکار کیا گیا تو میرا تعجب جاتا رہا +

مین یہ ہمیشہ سوچتا رہا ہون کہ کیون انکار کیا جاتا ہے ایک شخص کا جو کہتا ہے کہ مین خدا کی طرف سے آیا ہون اور وہ اپنے ساتھ وہ تمام نشان تائید اور نصرت الہی کے رکہتا ہے جو ہونے چاہئین تو مین اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ اس کفر کی جڑ دراصل کفر بالرب ہے جنہون نے مسیح موعود کا انکار کیا ہے ان کو اس تعجب نے کھا لیا ہے کہ کیون خدا تعالی فلان شخص سے ہمکلام ہوا مگر افسوس تو یہ ہے کہ انہون نے زمانہ کی مشہودہ محسوس ضرورتون کی طرف توجہ نہین کی انہون نے نہیں دیکہا کہ اگر زمانہ کو کسی وقت کسی نبی اور مامور کی ضرورت ہوتی ہتی آج اس سے بڑھکر ہے وہ دیکہتے جس زمانہ مین حضرت موسیٰ حضرت نوح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم مامور ہوئے اسوقت دنیا کی کیا حالت ہتی اسیطرح اب دیکھو کہ دنیا کی کیا حالت ہے؟ خدا کا اقرار اور سچی عبودیت اور طہارت نہین رہی بے حیائی اور بدنظری عام ہے نکتہ گیری عیب چینی بہتان کہلی بے حیائیاں اس وقت عام ہورہی ہین ہزارون ہزار مرتد ہوگئے اور ہزارون کے دل مین اعتراض اور شکوک پیدا ہورہے ہین۔ مولویون صوفیون اور دوسرے لوگون مین خدا کی ہستی پر وہ یقین اور ایمان نہیں جو حقیقی نور اور معرفت عطا کرتا ہے ورنہ وہ اس طرح پر خدا کے مامور و مرسل کا انکار نہ کرتے اگر روحین مجذوم نہ ہوتین تو اسوقت کیون نہ سمجھ لیتے کہ وہ خدا جس نے اپنی ربوبیت سے ساری چیزین اسوقت تک لا تبدیل رکھی ہین وہی سورج نکلتا ہے بارشین ہوتی ہین۔ تو کیا ایسے روحانی امساک کے وقت روحانی بارش کی ضرورت نہین! ہے اور ضرور ہے اگر ربوبیت کے فیضان پر یقین ہوتا۔ تو اسوقت مسیح موعود کا انکار نکیا جاتا یاد رکھو کہ مسیح موعود کا انکار کفر بالرب ہے اگر خدا تعالے کے کلام مین اسکا ثبوت نہ ہوتا تو البتہ یہ بات قابل التفات ہوتی مگر جب خدا کے کلام مین اسکا ثبوت ہے پھر انکار کیون؟ خدا تعالے فرماتا ہے کہ جو لوگ کفر بالرب کرتے ہین انکے تمام اعمال اور کاروبار اُنکے راکھ کے ڈھیر کیطرح ہو جاتی ہین اب دیکھو کہ تمام مولوی صوفی مسخرات کا علم رکہتے

مرزا غلام احمد (خدا کی تائیدین اور نصرتین اسکے ساتھ ہین) کے مرید ہین دیکھو اللہ تعالی ایسی جماعت بنانی چاہتا ہے

حضرت حجۃ اللہ بٹالہ مین

عنوان مذکورہ کے متعلق اس قدر معلوم کرادینا ضروری ہے کہ حضرت حجۃ اللہ کو بٹالہ کیون جانا پڑا؟ یاد رہے کہ حکیم فضل الدین صاحب مہتمم مطبع ضیاء الاسلام نے قادیان کے شمالی جانب نیلام شدہ فصیل کا ایک ٹکڑا خرید کیا تھا اور حضرت اقدس ہی کے نام اس کا بیعنامہ لکھا گیا تھا۔ ایک شخص منگل ساکن قادیان نے اس زمین کے متعلق یہ دعوے کیا کہ اس مین کوئی حصہ اسکا اپنا بھی ہے یہ مقدمہ قریباً ڈیرہ سال سے چلا آتا ہے اور ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ کیون اس قدر طول اس مقدمہ کو دیا گیا ہے۔ غالباً یہ امر چیف کورٹ کی توجہ سے کبھی نظر انداز نہین ہونا چاہیئے۔ بہرحال آخر مدعی نے حضرت اقدس کو شہادت مین طلب کرایا۔ اس شہادت کے ادا کرنے کے لئے حضرت اقدس کو بٹالہ جانا پڑا۔ (ایڈیٹر)

روانگی ۷۔ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کی صبح کو بعد ادائے نماز فجر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ جانے کیلئے تیار ہوئے۔ ۷ نومبر کی صبح کا نظارہ دارالامان کے چوک مین قابل دید تھا۔ دارالامان کی کل جماعت مدرسہ کے طالب علم نہایت اشتیاق اور اخلاص کے ساتھ اپنے سید و مولا امام کی روانگی کے منتظر اور ہمراہ چلنے کے حکم کیلئے بیقرار تھے ہر ایک شخص اپنی اپنے طور پر مختلف حیلون اور راہون سے کوشش کرتا تھا کہ مجھے ساتھ جانیکا حکم ہو جاوے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی فرمایا کہ چونکہ آج ہی واپس آجانا ہے اس لئے کچھ ضرور نہین کہ سب لوگ ساتھ جاوین۔ چنانچہ احباب آپکے ہمراہ تھے۔ جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب جناب مفتی محمد صادق صاحب۔ جناب میر ناصر نواب صاحب جناب حکیم فضلدین صاحب۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم انکے سوا شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب ماسٹر محمد نعیب صاحب اور چند طلباء مدرسہ اور صاحبزادگان اعلیحضرۃ بھی ہمراہ تھے۔ دارالامان سے کچھ فاصلے تک سب احباب ہمراہ گئے پھر حضرت نے سب کو رخصت کر دیا اور آپ رتھ مین سوار ہو گئے۔ آپ کی سواری عجیب اثر انداز تھی دو تین سوار بھی ساتھ تھے کچھ پیدل بھی تھے اور تین یکے بھی ہمراہ تھے۔

راستہ راستہ مین اگر کچھ فاصلہ پر آگے ہو جاتے تھے تو ٹھیر کر حضرت اقدس کا انتظار کرتے تھے اور پھر اکٹھے ہوکے چلتے تھے۔ شیخ عبدالرحمن اور دو چار طالب علم حضرت اقدس کے ہمراہ پیدل جا رہے تھے اور سوار بھی ساتھ تھے۔ غرض آپ کی سواری ساڑھے نو بجے کے قریب بٹالہ پہونچ گئے۔ راستہ مین جہان ذرا ٹھیرتے ادھر اودھر کے لوگ آکر دیکھنے کو جمع ہو جاتے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت کچھ کاغذ پر راستہ مین لکھتے بھی تھے بٹالہ جاکر معلوم ہوا کہ آپ **عربی قصیدہ** کے کچھ شعر کہتے جاتے تھے۔ اس بات کے اظہار سے ہمکو یہ دکھانا مقصود ہے کہ اعلاء حق اور بہی خواہی خلق کا کسقدر جوش آپکے دل کو عطا کیا گیا ہے کہ سفر مین بھی وہ درد دل کو نہین چھوڑتا۔ (اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد و بارک وسلم)

شیخ عبدالرحمن صاحب کا اپنا بیان ہے کہ انکو مخاطب کر کے ان کے والد صاحب (جو ہندو ہے) کے حالات دریافت کرتے رہے اور فرمایا کہ ان کی خدمت اچھی طرح کرو اور خدا تعالےٰ سے امید رکھو کہ انکو بھی ہدایت دے اپنے اخلاق کا عمدہ نمونہ دکھاؤ اور اسلامی احکام کا عمدہ نمونہ بناؤ۔ اس قسم کی نصائح فرماتے رہے۔

بٹالہ پہونچنا جیسا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اعلیٰ حضرت کی سواری ساڑھے نو بجے کے قریب بٹالہ پہونچی اترتے ہی لوگون کا ایک ہجوم ہو گیا اور کچہری کے اہلکار اور دوسرے لوگ زیارت کے لئے آموجود ہوئے۔ اس باغ مین جو کچہری کے سامنے ہے ڈیرا کیا گیا۔ آپ بعض حوائج سے فارغ ہو کر حلقہ خدام مین اجلاس فرما ہوئے۔ اور کاغذ طلب کیا فرمایا کہ راہ مین چند شعر کہے ہین ان کو لکھ لون۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اپنی نوٹ بک پیش کی اور آپ لکھنے لگے۔

دسترخوان کھانا ساتھ ہی تھا حکم پایا کہ پہلے کھانا کھا لیا جاوے چنانچہ دسترخوان بچھایا گیا۔ ابھی کھانا کھا ہی گیا تھا کہ ہمارے پرانے دوست چودہری نبی بخش صاحب المعروف عبدالعزیز نمبردار بٹالہ جنکا توبہ نامہ الحکم مین درج ہو چکا ہے آگئے نہایت اخلاص سے حضرت اقدس سے مصافحہ کیا۔ حضرت بھی بڑے رحم اور شفقت سے پیش آئے۔ اور کھانا کھانے کا حکم دیا اور نہائت ترحم سے باتین کرتے رہے۔

منشی محمد یوسف صاحب سے خطاب منشی محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ایک دینی جہاد کر رہے ہین اللہ تعالےٰ اسی کی جزا دیگا۔ مین نے ایڈیٹر الحکم کو حکم دیا ہے کہ وہ سارا مباحثہ الحکم مین چھاپ دین۔ جو زائد کاپیاں آپ کو مطلوب ہون ان سے لے لین۔ زائد اخراجات آپ کو برداشت نہ کرنے پڑینگے اور ثواب بھی ہو گیا۔

اور فرمایا کہ آپ دیکھتے ہین کہ اللہ تعالےٰ جلدی اس سلسلہ کو پھیلا رہا ہے اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ اس سلسلہ کو دنیا مین پھیلائے۔

ضمنی باتین ضمناً فرمایا۔ کوئی درخت اتنی جلدی **پھل نہین لاتا** جسقدر جلدی ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے یہ خدا کا فعل ہے اور عجیب یہ خدا کا نشان اور اعجاز ہے۔

فرمایا یہ صحیح نہین ہے کہ صحابہ حضرت مسیح کی اس شان کے قائل تھے جو خدائی کی ناواقف مسلمانون نے انکی بنا رکھی ہے اگر وہ مسیح کو اسی شان سے مانتے کہ وہ حقیقی مردے زندہ کرتے تھے اور حی و قیوم تھے تو ایک بھی مسلمان نہ ہوتا اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ان کی صفات کو یقین کرتے تو وہ اخلاص اور وفاداری ان مین پیدا نہ ہوتی۔

فرمایا۔ حضرت عیسے علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی بڑا احسان ہے کہ آپ نے انکا تبریہ کیا اور ان الزامون سے پاک کیا جو انپر ناپاک یہودی لگاتے تھے جو یہودی مسلمان ہوتا تھا کتنی بڑی بات ہے کہ حضرت عیسے کی رسالت کا اسے پہلے اقرار کرنا پڑتا تھا۔

فرمایا۔ عیسائی مذہب ایسا ہے کہ اسکو پیدا ہوتے ہی صدمہ پہونچا جیسے کوئی لڑکی پیدا ہوتے ہی اندھی ہو ایسا ہی اس مذہب کا حال ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کیا اور اسکو پاک کیا۔

ایک قصہ بٹالہ آنیکا تذکرہ ہو پڑا۔ فرمایا ہمارا یہان آنا تو کوئی اور ہی حکمت رکھتا ہے ورنہ یہ شہادت کیا اور شہادت بھی لاعلمی کی۔ اسپر آپنے فرمایا کہ دو بزرگ ابوالقاسم اور ابوسعید نام تھے اتفاق سے دونون ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ ان کے ایک مرید نے کہا کہ میرے دل مین ایک سوال ہے اتفاق سے دونون جمع ہو گئے ہین مین پوچھنا چاہتا ہون اور وہ سوال یہ پیش کیا کہ آنحضرت صلعم جو مدینہ مین آئے تھے اسکی وجہ کیا تھی؟ ابوالقاسم نے کہا کہ بات اصل مین یہ تھی کہ آنحضرت صلعم کے بعض کمالات مخفی تھے ان کا ظہور اور بروز وہان آنے سے ہوا۔ ابوسعید نے کہا آنحضرت صلعم اسلئے آئے تھے کہ بعض ناقص ابھی موجود تھے ان کی تکمیل کے لئے آئے۔ گویا دونون نے اپنے اپنے رنگ پر اپنی انکساری کا اظہار کیا۔ اور ایکدوسرے کی تکریم۔ اسی طرح ہمارے یہان آنے کی غرض تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ میان نبی بخش سے ملاقات ہو گئی کچھ تبلیغ ہو گئی بہت لوگونکو فائدہ پہونچ جائیگا ان باتون مین آپ کھانا کھا چکے۔

آداب مجلس کی ایک بات کھانا کھا چکنے کے بعد آپ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور الگ جا کر خلال کیا اور ہاتھ وغیرہ دھوئے۔ جس سے اداب مجلس کا ایک عملی سبق ملا

متفرق باتین پھر اور لوگ ملاقات کے لئے آ گئے۔ اور شہادت کے تذکرہ پر فرمایا کہ شہادت کا چھپانا گناہ ہے اور جب سرکار بلائے تو ضرور حاضر ہونا چاہیئے شہادت سے جب کسی کی بھلائی ہو اور حق کھل جاوے تو کیوں ادا نہ کرے۔ ہر جگہ جو انسان قدم رکھتا ہے اس مین خدا کی حکمت ہوتی ہے زمین پر کچھ نہین ہوتا جبتک آسمان پر تحریک اور مقدر نہو۔

شیخ علی احمد صاحب لیڈر کی ملاقات اسی اثنا مین شیخ علی احمد صاحب پلیڈر آ گئے اور انہون نے آپ سے ملاقات کی اور اپنے قدیمی تعلقات ارادت پیش کر کے دعا کے لئے عرض کیا۔ اور اپنے کام پر چلے گئے۔

ایک سائل ایک سائل نے آکر کچھ مانگا آپ نے میر صاحب کو حکم دیا کہ اس کو کچھ دیدین اور جو آجاوین انکو بھی کچھ نہ کچھ دیدو۔

منشی نبی بخش صاحب نے ایک عیسائی کا سوال پیش کیا کہ وہ **ماجعلنا لبشر من قبلک الخلد** سے مسیح کی الوہیت ثابت کرتے ہین۔ فرمایا کہ بیشک ان لوگون پر جو مسیح کو زندہ آسمان پر بٹھاتے ہین یہ سوال معقول ہے۔ انسان اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے ان مسلمانون نے خود اقرار کر لیا ہے کہ مسیح زندہ ہے اور آسمان پر بیٹھا ہے اور ایسا ہی اسکے معجزات اور اسکا خالق طیور ہونا بہت سی باتین ہین جن سے عیسائیون کو مدد ملی ہے ہم عیسائیون کو کیا روئین ہمارے گھر مین خود یہ مسلمان اسلام پر چھری چلا رہے ہین۔

ایک توحید پسند ہندو لالہ کاہن چند صاحب مختار عدالت بٹالہ (جو توحید پسند ہندو ہین) نے آپ سے الہام **انت منی وانا منک** کی تشریح و تفسیر کے متعلق سوال کیا کہ دافع البلاء مین جو یہ الہام درج ہے اس سے کیا مراد ہے۔؟

انت منی وانا منک فرمایا اسکا پہلا حصہ تو بالکل صاف ہے کہ تو جو ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالے مامور کر کے دنیا مین بھیجتا ہے اس کو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کر کے بھیجتا ہے۔ جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے۔ اب اس الہام مین جو خدا تعالے فرماتا ہے **انا منک** اسکا یہ مطلب اور منشاء ہے کہ میری توحید میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا۔ ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور اور شر و فساد سے بھر جاتی ہے لوگ اسباب پرستی مین ایسے فنا اور منہمک ہوتے ہین کہ گویا خدا کا نام و نشان بھی نہین ہوتا۔ ایسے وقتون مین خدا تعالے اپنے اظہار کے واسطے ایک بندہ اپنی طرف سے بھیج دیتا ہے۔ ہندوؤن نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے یہ بھی اسیکا ہر رنگ ہے گویا خدا تعالے ان کے اندر مجازی طور پر بولتا ہے۔

اس زمانہ مین اسباب پرستی اور دنیا پرستی اسی طرح پھیل گئی ہے۔ خدا تعالے پر بھروسہ اور ایمان نہین رہا۔ دہریت اور الحاد کا زور ہے۔ جو کچھ حالت اس وقت زمانے کی ہو رہی ہے اسپر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہین عملی حالت ایسی کمزور ہو گئی ہے کہ کھلی بیحیائی اور فسق و فجور بڑھ گیا ہے۔ یہ ساری باتین ظاہر کرتی ہین کہ دلون سے خدا پر ایمان اور اس کی ہیبت اٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہین ورنہ یہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سوراخ مین سانپ ہے تو وہ کبھی اس مین اپنا ہاتھ نہین ڈالتا پھر یہ بیحیائی اور فسق و فجور اتلاف حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہین ہوتا کہ خدا پر ایمان نہین رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے۔ اسوقت خدا تعالے نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا اور مجھے مبعوث کیا۔ اسلئے مجھے کہا کہ:—

انت منی وانا منک

اور اسکے یہی معنے ہین کہ میرا جلال اور میری توحید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرتین اور تائیدین جو اس نے اس سلسلہ کی کی ہین اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہین وہ خدا تعالے کی ہستی اور اس کی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعہ ہین +

یہ امر کوئی ایسا امر نہین کہ مشتبہ یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب مین مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا کے ظہور کا آتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اسوقت گم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہین رہتا۔ اور عملی رنگ مین دنیا دہریہ ہو جاتی ہے۔ اسوقت جس شخص کو خدا اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے وہ اسکی ہستی توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھیرتا ہے۔ اور وہ **انا منک** کا مصداق ہوتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خدا تعالے کو کسی ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم کہین گے کہ یہ سچ ہے اسکو کوئی ضرورت نہین ہے مگر اس نے اس عالم اسباب مین ایسا ہی پسند فرمایا ہے دیکھو پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہین ہو سکتی۔ اسی طرح جسقدر قوتین اور طاقتین ہین اور انکے تقاضے ہین وہ اسی طرح پورے ہوتے ہین اسی طرح دنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام کے لئے اس نے بادشاہون اور حکومت کے سلسلے کا نظام رکھا ہے جو شریرون کو سزا دیتے اور مخلوق کے حقوق انکی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہین۔ خدا خود اتر کر تو نہین آتا حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہے اور شریرون کی شرارت سے بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے اسی طرح روحانی نظام کے لئے بھی اسکا ایسا ہی قانون ہے یعنی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت۔ بصیرت اور یقین پیدا ہو خدا ہی کیطرف سے آتا ہے اور اسکا مامور لیکر آتا ہے اور وہ ذریعہ ٹھہرتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کا۔ اور وہ اس وقت آتا ہے جب دنیا مین سچی پاکیزگی نہین رہتی اور خدا سے دوری اور بعد ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہین اور جب دنیا کے ہاتھ مین صرف پوست رہ جاتا ہے اور مغز نہین رہتا تب خدا اپنے کسی بندے کے ذریعہ اپنا ظہور فرماتا ہے چونکہ اس زمانہ مین اس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:—

انت منی وانا منک

بابو کاہن چند آپ نے رسالہ مین اور معنے کئے ہین۔

فرمایا ہم نے اور معنے کبھی نہین کئے ہین ہم تو ہمیشہ یہی معنے کرتے ہین آتھم نے بھی یہ سوال ہم سے کیا تھا اور اسکو یہی جواب دیا گیا تھا انسان کو چاہیئے کہ انصاف ہاتھ سے نہ دے یہ تو حلاوت کی بات ہے انسان اس سے اپنا ایمان بڑھاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو پھر سلسلہ ہی ختم ہو جاتا۔ آج کل لوگ خدا کے قائل نہین رہے بلکہ دہریہ ہین اس لئے خدا تعالے نے اپنے جلال کو ظاہر کرنے کے واسطے ایک انسان کو دنیا مین بھیجا ہے۔ اسکے بعد بابو صاحب تشریف لے گئے اور ڈھر مکوٹ کی جماعت آ پہونچی۔ جنہون نے بڑے اخلاص سے حضرت اقدس سے مصافحہ کیا +

کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم الایۃ | اس آیت کے معنے پوچھے گئے۔ فرمایا۔ انسان پر ایک زمانہ آتا ہے کہ وہ نطفہ ہوتا ہے اور اسکا کوئی وجود نہیں ہوتا پھر مدارج ستہ سے گذر کر اسپر ایک موت آتی ہے اور پھر اسے ایک احیاء دیا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ ہر حیات سے پہلے ایک موت ضرور آتی ہے اس آیت میں صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ان پر ایسا گذرا ہے کہ وہ بالکل مردہ تھے یعنی ہر قسم کی ضلالت اور ظلمت میں مبتلا تھے۔ پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ زندگی عطا ہوئی اور پھر ان کی تکمیل اور ایک موت ان پر وارد ہوئی جو فنا فی اللہ کی موت تھی اسکے بعد ان کو بقا باللہ کا درجہ ملا۔ اور ہمیشہ کے لئے زندگی پائی۔

مناکم ثلاثہ | ایک حدیث مولوی فتح الدین نے پیش کی جس کی تاویل کرکے اسے مسیح موعود کے وجود پر چسپان کیا جاتا تھا۔ فرمایا کیا ضرورت ہے اس بات کی خدا تعالیٰ نے کھلی کھلی تائیدیں ہمارے لئے رکھدی ہیں کیا مناکم ثلاثہ ہمارے مخالفوں کے لئے کافی نہیں ایک بخاری کا منکم (امامکم منکم) مسلم کا منکم (امکم منکم) اور سب سے بڑھکر قرآن کا منکم (وعد اللہ الذین آمنوا منکم)۔

پھر آپ نے آیت فلما توفیتنی پر تقریر کی کہ یہ کیسی واضح اور قطعیۃ الدلالت ہے اور وہی تقریر جو بارہا الحکم میں طبع ہوئی فرمائی اور ایسا ہی فاوینھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین سے استدلال فرمایا جو ہم الحکم میں آپ کی ڈائری کے ضمن میں کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔

بیعت اور کھانا | منشی نعمت علی صاحب نے کھانے کے لئے عرض کیا فرمایا تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے ہم کھانا کھا چکے ہیں جب تم لوگوں نے بیعت کرلی تو گویا ہمارے بدن کے جزو ہو گئے۔ پھر الگ کیا رہ گیا۔ یہ باتیں تو اجنبی کے لئے ہو سکتی ہیں۔

اپنی اعجازی ترقی | جماعت کی اعجازی ترقی کے ذکر پر فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی سعی نہیں کیجاتی ہمارے واعظ نہیں باایں ہمہ اسقدر ترقی ہو رہی ہے کہ عقل حیران ہے اور اصل یہ ہے کہ اگر ہماری سعی اور کوشش سے کچھ ہوتا تو شائد شرک ہوتا۔ اسلئے خدا تعالیٰ خود چلاتا ہے کتاب ہے۔ ممالک مغربی وشمالی میں جہاں ہم کو تین تو ہونگی کا بھی علم نہیں مردم شماری کے رو سے نو سو سے زائد آدمی ہیں اور یہ جماعت اب ایک لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں مخالف خود محرک ہو رہے ہیں بعض لوگوں کے خطوط آئے ہیں کہ محمد حسین کے رسالوں میں کوئی مضمون دیکھتے تھے ان سے معلوم ہوا کہ آپ حق پر ہیں اور بعض ایسے خطوط بھی آئے ہیں کہ کوئی فقیر ایک کتاب لایا تھا وہ کتاب چھوڑ گیا اور اسکا پتہ نہیں غرض اس پر ذکر فرماتے رہے کہ مخالفوں نے ہر طرح سے مخالفت کی مگر خدا نے ترقی کی یہ سچائی کی دلیل ہے کہ دنیا لوٹ کر زور لگاوے اور حق پھیل جاوے اب ہمارے مقابل کونسا دقیقہ مخالفت کا چھوڑا گیا مگر آخر انکو ناکامی ہی ہوئی ہے۔ یہ خدا کا نشان ہے اس میں دو چیزوں نے بڑی مدد دی طاعون نے بیعت کرنے والونکو بڑھایا اور مردم شماری نے تصدیق کی۔

مختلف باتوں کے دوران میں فرمایا۔ "قبول حق کے لئے قوت اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے اس کی توفیق کے سوا کوئی چارہ نہیں"۔

فرمایا انبیاء نے کبھی تماشے نہیں دکھائے البتہ جب ان پر شدائد اور مصائب آتے تھے تو اللہ تعالیٰ انکی طرف سے تماشا دکھایا کرتا ہے جیسے قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علے ابراہیم سے معلوم ہوتا ہے ایسا ہی ہم پر قتل کا مقدمہ بھی ایک نار تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ انبیاء بھی قینچی کا کام کرتے ہیں ایک طرف سے قطع کرتے ہیں اور دوسری طرف پیوست کرتے ہیں۔

کسی شخص نے کہا کہ صحابہ کے کپڑے میلے کچیلے ہوتے تھے پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے فرمایا یہ جھوٹ ہے میلے کچیلے ہونا اور بات ہے اور پیوند ہونے اور بات ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے والرجز فاھجر۔ پس پاک صاف رہنا ضروری ہے + ایسا ہی قرآن شریف میں فرمایا۔ لایمسہ الا المطہرون۔

نماز ظہر وعصر | چونکہ عدالت میں ابھی پیش ہونے میں دیر تھی نماز کی تیاری کی گئی اور سفر میں ہونیکے باعث نماز ظہر وعصر قصر کرکے جمع کی گئی نماز میں کوئی دو سو کے قریب آدمی شریک تھے نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ امرتسر کی جماعت آگئی اور ادھر ادھر کی باتیں طاعون ٹیکہ وغیرہ کے متعلق ہوتی رہیں خلقت کا اژدہام اور انبوہ کثرت سے تھا۔

بہت سے آدمیوں نے اس مجمع میں دوبارہ بیعت کی۔

حضرت اقدس بطور گواہ | آخر دو بجے کے بعد آپ بطور گواہ پیش ہوئے خلقت کا ہجوم اسقدر تھا کہ برآمدوں اور کمرہ عدالت میں جگہ نہ تھی گویا ساری کچہری وہیں الٹ آئی اور ایک سے ایک آگے بڑھکر آپ کی زیارت کرنا چاہتا تھا منشی غلام جیلانی صاحب منصف بھی موجود تھے عدالت نے بمشکل کمرہ کو خالی کرایا اور دروازونکو بند کرادیا معمولی طریق حلف کے بعد آپ کی شہادت ہوئی اسکے بیان اور مطلب کی ہمکو ضرورت نہیں جو کچھ آپ کو صحیح اور یقینی علم تھا آپ نے بتلادیا۔

عدالت کا سلوک | ہم بڑی بیماری فرو گذاشت کرینگے اگر اس امر کا اظہار نہ کریں کہ عدالت آپ سے کس طرح پیش آئی + ہم منشی نصیر الدین صاحب منصف کے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے نہایت احترام اور شریفانہ طریق پر حضرت اقدس کیلئے کرسی رکھوائی اور آپکو اسوقت تک کرسی پر آرام سے بیٹھے رہنے کیلئے کہا جبتک کہ وہ کمرہ عدالت سننے والے لوگوں سے خالی نکرا چکے جب کمرہ میں سے سب لوگ باہر نکال دیئے گئے تو اپنے چپڑاسیاں دیدیا کمرہ عدالت میں آپکے خدام میں سے خاکسار ایڈیٹر الحکم۔ مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ عبد الرحمن صاحب موجود تھے۔

الغرض ہم منشی نصیر الدین صاحب کے اخلاق اور مردم شناسی کی تعریف کرتے ہیں جب آپ شہادت دے چکے تو منصف صاحب نے حضرت اقدس کو رخصت کیا اور آپ ایک جم غفیر کے حلقہ میں فرودگاہ پر آئے اور دار الامان کیطرف روانہ ہونیکا حکم دیا + اور خیر وعافیت سے کوئی ساڑھے چھ بجے کے قریب دار الامان پہونچ گئے + والحمد للہ علی ذالک۔

اس موقعہ پر تھوال سیکھوان۔ دہرکوٹ اور بعض دوسرے دیہات کی جماعتیں حاضر ہوگئی تھیں۔ ایڈیٹر

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت حجۃ اللہ آپکے اہلبیت اور اکابران ملت خدا کے فضل سے بہمہ وجوہ تندرست ہیں۔

۲۔ حضرت اقدس ایک عظیم الشان تصنیف میں مصروف ہیں جو خدا تعالیٰ کا ایک بین نشان ثابت ہوگی انشاء اللہ العزیز

۳۔ توسیع مکان کا چندہ تین کے قریب ہے جو کہ ابھی تحریر کی اور ضرورت درپیش ہے + تعمیر کا کام شروع ہونیوالا ہے لکڑی کی خرید کیلئے جناب میر صاحب نواب امرتسر تشریف لیگئے ہیں پچھلے جمعہ کو مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی اہلیہ کلاں اور ڈاکٹر فیض احمد صاحب کا جنازہ پڑھا گیا۔

ناظرین اور ہم

۱۔ جو کتابیں اور رسالے یا جدید اخبار مختلف مقامات سے بغرض ریویو دفتر الحکم میں پہنچے ہیں انپر مناسب وقت پر ہم انشاء اللہ اپنی رائے کا اظہار کرینگے۔

۲۔ جن خریداران اخبار نے ہماری گذارش پر توجہ فرماکر چندہ یا وی پی وصول کرلی ہے ہم انکی بروقت امداد فرمائی کے شکرگذار ہیں اور دوسروں سے ایسی ہی تمنا رکھتے ہیں + نومبر کے آخر تک تمام حساب بیباق ہو جانے ضروری ہیں +

۳۔ تصحیح ۔ کسی گذشتہ اشاعت میں جو الہام الا الذین ھو یاستکبار درج ہوا ہے دراصل من استکبار ہے +

کشتی نوح ۔ ۱۰ نومبر کو مجلد و آٹھ جلد یا آٹھ جلد سے زیادہ

انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و مالک کے چھپکر شائع ہوا۔